جامعہ مدنیہ جدید کا ترجمان

علمی دینی اور اصلاحی مجلّہ

انوارِ مدینہ

لاہور

بیاد

عالمِ ربانی محدّثِ کبیر حضرۃ مولانا سیّد حامد میاں رحمہ اللہ

بانی جامعہ مدنیہ جدید

اکتوبر
۲۰۰۲ء

رجب المرجب
۱۴۲۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ

انوار مدینہ

جلد : ۱۰ | رجب المرجب ۱۴۲۳ھ اکتوبر ۲۰۰۲ء | شمارہ : ۱۰

مدیر اعلیٰ
سیّد محمود میاں
مہتمم جامعہ مدنیہ (جدید) رائیونڈ روڈ
لاہور

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۳ روپے ——— سالانہ ۱۵۰ روپے
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، دبئی ——— " ۵۰ ریال
بھارت، بنگلہ دیش ——— " ۶ امریکی ڈالر
امریکہ، افریقہ ——— " ۱۶ ڈالر
برطانیہ ——— " ۲۰ ڈالر

○ اس دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ ماہ ــــــ سے آپ کی مدّتِ خریداری ختم ہوگئی ہے، آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ ــــــ ارسال فرمائیں۔

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور
پوسٹ کوڈ : 54000 موبائل : 0333.4249301
فون : 7724581 فون / فیکس: 92-42-7726702
E-mail : jamiamadaniajadeed@hotmail.com

سیّد رشید میاں طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ "انوار مدینہ" نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا

اس شمارے میں

حرفِ آغاز ________ ۳

درسِ حدیث ________ حضرت مولانا سیّد حامد میاں صاحب ________ ۵

فرقہ واریت کیا ہے؟ ________ حضرت مولانا منیر احمد صاحب ________ ۱۵

دعائے مشائخ در شبِ براءت ________ ۲۶

دینی مسائل ________ ۲۸

اب تو اُٹھو جاؤ ________ شمس دیوبندی ________ ۳۶

فہم حدیث ________ حضرت ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب ________ ۳۸

حاصل مطالعہ ________ حضرت مولانا نعیم الدین صاحب ________ ۵۰

تحریک احمدیت ________ ۵۶

تقریظ و تنقید ________ ۶۱

☆

جامعہ مدنیہ جدید کا موبائل

0333-4249301

☆

E-MAIL ADDRESSES

jamiamadaniajadeed@hotmail.com

islam_fahmedeencourse@hotmail.com

fatwa_abdulwahid1@hotmail.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

۱۰ر ستمبر کے روزناموں کے مطابق اے آر وائی ٹی وی کے پروگرام نیوز اینڈ ویوز میں برطانوی اخبار کے حوالہ سے بتایا گیا ہے کہ سعودی حکام کا کہنا ہے کہ سعودی عرب میں ہونے والے بم دھماکوں میں برطانوی سفارتخانہ ملوث ہے دستاویزات کے مطابق اس جرم میں پانچ برطانوی، ایک کینیڈین اور ایک بیلجیین باشندے گرفتار کیے گئے ہیں۔

برطانیہ کی جانب سے کسی ملک میں غارت گردی کی کارروائی کرنا یا اس کی سرپرستی کرنا کوئی نئی یا تعجب کی چیز نہیں ہے یہ چیز تو برطانوی سُورماؤں کے خمیر میں داخل ہے۔ یہ وہ قوم ہے جو ایسٹ انڈیا کمپنی کے تجارتی لبادہ میں ڈاکو بن کر ہندوستان میں داخل ہوئی اور پورے برصغیر کو دیمک کی طرح چاٹ گئی اور اپنے پیچھے نہ ختم ہونے والے قومی، لسانی اور علاقائی مسائل پیدا کرگئی تاکہ آئندہ پنپنے کے امکانات کو کم تر کردیا جائے۔ یہی وہ قوم ہے جس نے سازش کرکے خلافتِ عثمانیہ کو پارہ پارہ کیا۔ عربوں میں باہم نفرت کو ہوا دے کر درجنوں غیر مستحکم ریاستوں میں تقسیم کردیا ان کے بیچ اسرائیل نامی یہودی ریاست قائم کی جس کی شرارتوں سے پوری دُنیا غیر محفوظ ہوتی چلی جارہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ ملک عالمی سطح پر دہشت گردی اور ناانصافیوں کی روش پر تقریباً ڈیڑھ سو سال سے چل رہا ہے بعد ازاں ان تمام سرگرمیوں میں امریکہ اس کا برابر شریک چلا آرہا ہے۔

سعودی عرب میں دو چار بم دھماکے کرا دینا تو اس کے لیے کوئی خاص بات ہی نہیں ہے البتہ سعودی عرب کی جانب سے برطانیہ کے خلاف الزام عائد کرنے کی جرأت کرنا ضرور باعثِ تعجب ہے۔ اس سے بڑھ کر باعثِ تعجب یہ امر ہے کہ اس عالمی دہشت گرد کی مسلم اُمۃ کے خلاف کھلی دہشت گردی سے صرف نظر کرتے ہوئے سعودی حکومت نے اس کو صرف چند بم دھماکوں کا ذمہ دار کیوں قرار دیا۔ سعودی حکومت نے اگر یہ جرأت کر ہی لی تھی تو پھر پوری حقیقت سے پردہ اُٹھاتے ہوئے اس کے خلاف مناسب کارروائی کرنی چاہیے تھی مگر ہم اس پر بھی اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں اور اُمید کرتے ہیں کہ دین کی سربلندی کے لیے سعودی حکومت مزید مثبت اور جرأت مند اقدامات کرے گی۔ اس عمل میں آگے بڑھنے کی صورت میں سعودی حکومت عالم اسلام کو اپنے شانہ بشانہ پائے گی اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے نصرت بھی اس کی مؤید ہوگی۔

مولای صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلھم

درس حدیث

حضرت اقدس پیرومرشد مولانا سید حامد میاں صاحب رحمہ اللہ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان خانقاہ حامدیہ چشتیہ رائیونڈ روڈ کے زیرِ انتظام ماہ نامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اس فیض کو تاقیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

مسلمانوں کی حکومتوں کے زوال کا سبب بداعمالیاں ہیں نہ کہ مذہب

اسلام میں سب سے پہلی سزا اور نبی علیہ السلام پر اُس کا اثر، خدائی نمائندگی کے فوائد

اسلام سے متصادم موجودہ عدالتی نظام، پاکستان میں اسلام پر عمل نہیں ہوا بلکہ دھوکہ ہوا

تخریج و ترتیب : مولانا سیّد محمود میاں صاحب

(کیسٹ نمبر ۳۷، سائیڈ اے، ۸۴۔۷۔۱۳)

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین اما بعد!

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ آپ میرے پاس آئیں تو میں آپ کے لیے اور آپ کی اولاد کے لیے دعا کروں گا۔ دعا میں آپ نے جو ارشاد فرمایا اس میں یہ تھا کہ خداوند کریم ان کی اور ان کی اولاد کی ایسی بخشش فرمادے کہ کوئی گناہ نہ رہے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد حضرت عبداللہ ابن عباسؓ بہت بڑے آدمی گزرے ہیں ''حبر'' یعنی علامہ کہلاتے تھے اسی طرح اور حضرات بھی اسی درجہ کے گزرے ہیں بڑے بڑے، حضرت قثم ابن عباس رضی اللہ عنہ ہیں اور بہت سارے لڑکے تھے ان کے ان سب کے لیے یہی صورت ہوئی کہ سب نے بہت اچھے اچھے کام کیے اور بڑے درجے پائے تو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا اثر یہ بھی ہوا کہ ان کے پاس خلافت آگئی، وہ خلافت ایک طویل دور تک چلتی رہی بہت صدیوں۔ اُس کے بعد سلطنتِ عثمانیہ ترکیہ کا دور آگیا پھر اس کے بعد انگریز کا دور شروع ہوا یہ اس صدی میں شروع ہوا، اس صدی کے اوائل تک اسلامی حکومت بہت بڑی موجود رہی۔

مسلمانوں کی حکومتوں کے زوال کے اسباب :

مسلمانوں کی حکومتوں کے زوال کے اسباب کیا ہیں ؟ زوال کے اسباب میں بڑا سبب جو دو لفظوں میں کہا جاسکتا ہے وہ یہ ہے کہ عمل نہیں کیا۔ یہ کہیں بھی نہیں ہے کہ اسلام پر عمل بھی کیا ہو اور زوال بھی ہوا ہو، یہ دو چیزیں کہیں جمع نہیں ہوئیں جب اسلام پر عمل کیا تو ترقی ہوئی عروج ہوا جب اسلام پر عمل چھوڑ دیا تعلیمات سے غفلت ہوئی تو پھر زوال آیا۔

اسلام سے غفلت کا نتیجہ :

اسلامی تعلیمات سے غفلت ہوئی تو انسان بجائے اس کے کہ دوسروں کو اسلام کی دعوت دے اپنے گھر بیٹھ جائے گا یا آپس میں جھگڑنے لگ جائے گا اور بے معنی جھگڑے تو اختلاف بھی پیدا ہوگا سازشیں بھی ہوں گی۔

پاکستان بناتے وقت دو قسم کی سوچ :

تازہ بات آپ دیکھ لیجئے کہ پاکستان بنا ''دُنیا برائے دُنیا'' اور ''دُنیا برائے آخرت'' دونوں چیزیں اُس میں جمع تھیں ۔دُنیا برائے دُنیا اُن لوگوں کا مقصد تھا جنھوں نے سوچا ہم ایک حکومت بنالیں گے وہاں ہماری ہی تجارت ہوگی ہماری ہی زراعت ہوگی ہماری ہی حکومت ہوگی ہمارا غلبہ ہوگا ہم جو چاہیں گے کریں گے ایک روپے کی چیز چار روپے میں بیچیں گے سو پرسنٹ تو کوئی چیز ہی نہیں ہے اس سے بہت زیادہ نفع لیں گے تو ایسے لوگ جو صاحبِ اغراض تھے اور بہت بڑے بڑے جاگیردار تھے یا بڑے بڑے تاجر تھے ان لوگوں کا نظریہ یہ ہوا کہ اس طرح سے ہم اپنا علاقہ لیں اور اس میں ہم یہ کریں۔یہ ''دُنیا برائے دُنیا'' ہوگئی۔دوسری چیز تھی کہ ترک دُنیا برائے آخرت تو ایسے لوگ بھی تھے اس میں، عوام میں ایسے لوگ تھے کہ جن کو کوئی لالچ نہ تھا وہ یہ سمجھتے تھے کہ یہاں اسلام ہوگا وہ صرف اسلام کے نام پر آئے اس خطہ میں اسلامی حکومت ہوگی تو اس لالچ میں انھوں نے آخرت کے لیے قربانیاں دیں اور سچ مچ جب پاکستان بنا تھا تو لوگوں کا حال یہی تھا کہ اُن سے کوئی اور قربانی مانگی جاتی تو وہ وہ بھی دے دیتے لیکن جو صاحب اغراض حکام تھے یا تجار تھے یا زمیندار تھے اُن لوگوں کا غلبہ رہا تو وہ دُنیا برائے دُنیا وہ لوگ یہی فلسفہ جانتے تھے۔

دین برائے دُنیا :

اور ایسا طبقہ بھی ہے کہ ''دین برائے دُنیا'' استعمال کر لیتے ہیں ۔دین کو نقصان چاہے ہو جائے دُنیا کا نفع ہو

جائے تو غلبہ اتفاق سے ان لوگوں کا ہوگیا یہاں وہ حکمران جنہوں نے انگریز کا مقابلہ کیا ہو قربانیاں دی ہوں ان کے پختہ نظریات قائم ہوئے ہوں وہ لوگ حکومت پر نہیں آئے۔

''سر'' کے خطاب یافتہ حکمران :

حکومت پر وہ لوگ آئے ہیں جو ہمیشہ انگریز کے آگے جھکے رہے ہیں چاہے وہ خطاب یافتہ ہوں ''سر'' ہوں چاہے وہ بڑے بڑے زمیندار ہوں اور چاہے وہ بڑے بڑے تاجر ہوں یا بڑے بڑے عہدوں پر ترقی یافتہ ہوں وہ طبقہ تھا ان کا رخ ہمیشہ جیسے قبلہ کی طرف رہتا ہے ایک مسلمان کا اس طرح سے ان کا رُخ انگریز کی طرف رہا ہے۔اب بتائیے کہ جب یہاں اُس عنصر کا غلبہ ہوگیا جو دُنیا برائے دُنیا اور دین بھی برائے دُنیا جب اُن کی اپنی حکومت خطرہ میں ہوتی تو کہتے تھے کہ اسلام خطرہ میں ہے اپنی حکومت خطرہ میں ہوتی تھی تو کہتے تھے کہ ملک خطرہ میں ہے حقیقتاً مُراد اسلام سے اور ملک سے خود تھے کہ ہم خطرہ میں ہیں۔اس طرح کا سلسلہ جب چلتا ہی رہا ایک طویل عرصہ تو اُس کے اثرات مرتب ہوئے ورنہ ایک حصہ یہ (مغربی پاکستان) ایک حصہ وہ (مشرقی پاکستان) یہاں بری رابطہ تو ہے ہی نہیں سمندر ہے تو بیچ میں دوسرے ملک کے سمندر آتے ہیں ہوائی راستہ ہے تو بیچ میں دوسرا ملک آتا ہے زبان ان کی یہ نہیں جو یہاں ہے رہن سہن کا فرق آداب کا فرق آب وہوا کا فرق تمام چیزوں کا فرق ہے پھر بھی وہ ساتھ لگے رہے۔

اغراض پرستی کا وبال :

مگر جب یہ ہوا کہ دُنیا برائے دُنیا کا فلسفہ چل پڑا اور دیکھا کہ دین بھی برائے دُنیا ہے تو پھر اُن لوگوں پر اور طرح کے آثار نمودار ہونے شروع ہوئے۔اُنہوں نے بھی پھر اپنی اغراض دیکھیں اور اُنھوں نے پھر علیحدگی کا مطالبہ کیا اور اُس میں وہ کامیاب ہوگئے اُس علیحدگی کے مطالبہ کو دبانا چاہا اب دبانے کے لیے کیا چیز ہوسکتی ہے وہ تو قربانی دے کر ساتھ لگے ہوئے تھے تو قربانی کو قائم رکھنے والی چیز تو دین ہوتا ہے اگر وہ ہوتا ہے تو وہ ساتھ رہتے،وہ یہاں تھا ہی نہیں تو آدھے آدھے حصے کٹے ہوئے ہیں۔بنگال اتنا بڑا آباد صوبہ آبادی کے لحاظ سے گھنی آبادی والا صوبہ آدھا اِدھر آدھا اُدھر، پنجاب آدھا ادھر آدھا اُدھر،کشمیر آدھا ادھر آدھا اُدھر تو ان تمام چیزوں کو برداشت کیا اعزاء واقرباء کی جدائی بھی برداشت کی۔کشمیر والے آدھے اِدھر ہیں آدھے اُدھر ہیں رشتہ دار بھی ادھر ہیں اور اُدھر ہیں، پنجاب کا ایک حصہ ایسا ہے جو خالی ہو گیا وہ اِدھر آگئے یا اُدھر کی طرف کہیں چلے گئے ،بنگال میں بھی یہی صورت آدھے اِدھر آدھے اُدھر، آسام میں بھی یہی ہے بلکہ شہر بھی ایسا ہی ہے سلہٹ شہر تقسیم ہوا ہے۔یہ چیز اس طرح کی پیدا ہوئی تھی اسلام کے نام پر پھر چلتی رہی ایک عرصہ تک

باوجود دھوکوں کے بھی چلتی رہی لیکن پھر نہیں چل سکی۔ نقصان ہو گیا مسلمان مزید بٹ گئے کمزور ہو گئے تین حصوں میں بٹ گئے مسلمان بلکہ تقریباً چار حصوں میں بٹ گئے۔ برما بھی الگ ہو گیا اُس میں بھی گئے اس میں بھی مسلمانوں کا نقصان ہو رہا ہے، بنگلہ دیش میں ہو گئے، ہندوستان میں ہو گئے، پاکستان میں ہو گئے۔ ان چار جگہوں پر مسلمان بٹ کر رہ گئے اور ان کی قوت بھی پہلے سے کمزور ہو گئی۔ پہلے تو سوچا کرتے تھے کہ ہم جائیں گے اور دہلی پر جھنڈا لگائیں گے اب تو یہ تصور ختم ہو گیا ''کشمیر لے کر رہیں گے'' اب تو سننے میں بھی نہیں آتا کوئی ''کشمیر لے کر رہیں گے'' کا نعرہ لگاتا ہو نام لیتا ہو کچھ بھی نہیں ہو رہا تو یہ کیا ہے؟ یہ کس وجہ سے ہے؟ یہ بے عملی کی وجہ سے ہے۔

پاکستان میں اسلام پر عمل نہیں ہوا بلکہ دھوکہ ہوا :

آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ جناب یہاں تو اسلام پر عمل ہو رہا تھا پھر یہ ہوا، نہیں بالکل نہیں ہوا اسلام پر عمل، دھوکہ ہوا تھا تو پھر اس کی سزا بھگتی ہے اور اب بھی جتنا قائم ہے وہ بھی خدا کا فضل ہے ہمارے عمل ایسے نہیں ہیں اور اب تک یہاں کوئی چیز اسلام والی نہیں آ رہی۔

اسلام کا مطلب :

اسلام کا مطلب تو یہ ہوتا ہے کہ اسلام کے قانون کا غلبہ ہو، خدا کے احکام کا غلبہ ہو وہ تو نہیں ہے یہاں تو خدا کے احکام مغلوب ہیں ان سے بالا ہے حاکم وقت کا حکم تو پھر حاکم وقت کی حکومت ہوئی۔ یہاں حاکم وقت خدا کا نمائندہ نہیں ہوا۔

مثال سے وضاحت :

جب شریعت میں سزائیں آ گئیں اور بتلا دی گئیں کہ اس کی سزا یہ ہوگی اس کی یہ سزا یہ ہوگی تو پھر ایک ایسی شکل پیش آئی کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک کیس آیا چوری کا۔ سب سے پہلے سزا جو ملی ہے وہ بروایت امام اعظم ابوحنیفہؒ چوری کی ملی، سب سے پہلی حد جو جاری ہوئی ہے وہ چوری کی حد جاری ہوئی ہے۔ اُس میں یہ قصہ پیش آیا کہ وہ سامنے پیش ہوئے، رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ دے دیا اب جب فیصلہ دے دیا تو طبیعت پر اتنا اثر ہوا کہ آپ کا رُوئے مبارک سفید ہو گیا جیسے راکھ سفید ہوتی ہے تو صحابہ کرامؓ نے جو اس قدر زیادہ خیال رکھتے تھے جناب رسول اللہ ﷺ کے ہر منشاء کا کہ وہ چہرہ کے آثار سے جو چیز محسوس ہوتی تھی اُسے ختم کر دیتے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ جب بدر میں

قید ہو کر آئے تھے تو بے چین تھے ان کی بے چینی سے رسول اللہ ﷺ کو بے چینی رہی تو ان کے بندھن جو تھے وہ ہلکے کر دیئے گئے اور صحابہ کرامؓ نے چاہا کہ ان کا جو فدیہ ہے وہ چھوڑ دیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں ایک درہم بھی مت چھوڑنا اس میں کوئی تخصیص برتنے کی ضرورت نہیں۔ وہ آئے تھے کفار مکہ کی طرف سے اور پکڑے گئے تھے گرفتار ہو گئے تھے۔ وہ ایک صحابی اور آثار دیکھے جیسے کہ طبیعت پر کوئی بات ناگوار گزری ہو پتا چلایا اُنہوں نے کہ کیا وجہ ہو سکتی ہے کہ جو ناگوار گزری ہو تو معلوم ہوا کہ وہ بہت پکا مکان گنبد نما بنا رہا تھا۔ اِدھر سے گزرتے ہوئے دریافت فرمایا تھا کہ یہ کیا ہے کس کا ہے؟ تو صحابی کو خیال ہوا کہ شاید یہ وجہ ہو تو وہ مکان گرا کر پھر آئے تو آثار دیکھتے تھے چہرہ مبارک کے تو جب صحابہ کرامؓ نے اتنا بڑا اثر دیکھا تو عرض کیا کہ ہم اسے چھوڑ دیں تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس لانے سے پہلے تم نے ایسا کیوں نہیں کیا۔ میرے پاس آنے سے پہلے پہلے کر لیتے چھوڑ دیتے اُسے۔ ایک آدمی نے چوری کی ہے گھر والے جمع ہو گئے دوسرے گھر والے بھی تیسرے گھر والے بھی برادری کے چند افراد چند گھرانے جمع ہو گئے انھوں نے اسے لعنت ملامت کی اور وہ کیس وہیں کا وہیں رہ گیا عدالت تک نہیں گیا تو عدالت یہاں دخل دینے تو نہیں آئے گی۔ آج بھی یہی ہے اسی طرح سے اور کوئی بڑا کیس ہو گیا چلو مال بھی واپس کرا دیتے تو بھی یہی ہے کہ کوئی عدالت تک کیس نہیں لے گیا تو کچھ بھی نہیں۔

موجودہ عدالتی طریقہ :

اب عدالت تک کیس پہنچ بھی جائے پھر یہ اختیار ہو جج کو کہ چاہے تو اسے سزا دے اختتام عدالت تک کی کہ جب تک میں یہاں بیٹھا ہوں جب تک تم بھی سزا میں ہو یہی قید ہے تمہاری تا برخاست اجلاس اور چاہے وہ اُسے سزا دے دے چھ مہینے کی چاہے وہ سزا دے دے سال کی اور چاہے وہ اس کے ساتھ جمع کر دے دس کوڑے بھی اور پھر یہ کہہ دے کہ دس ہزار جرمانہ بھی تو یہ کیا ہو رہا ہے تو یہ کوئی چیز نہیں ہے یہ تو انسان کی بنائی ہوئی ہے اس لیے ایسے ہو رہا ہے۔

اسلامی طریقہ :

اب دوسری چیز سمجھئے وہ دین کی ہے وہ وہ ہے جو جناب رسول اللہ ﷺ نے بتلائی سمجھائی کہ جب تک کیس پیش نہ ہو تو پھر تمہیں اختیار ہے ہمارے پاس لاؤ یا نہ لاؤ لیکن جب ہمارے سامنے کیس آ گیا تو ہمارا اختیار بھی ختم ہو گیا ہم بھی کچھ نہیں کر سکتے ہم کوئی چیز نہیں ہیں ہم صرف خدا کا حکم نافذ کرنے والے ہیں بس اس کے سوا ہم اپنی منشاء سے کوئی دخل نہیں دے سکتے اتنا دیکھیں گے کہ گواہ صحیح ہیں گواہوں پر جرح کر سکتے ہیں گواہ بھی قابل اعتماد ہیں نہ ان کی سمجھ میں کمی ہے

سمجھ دار ہیں مسائل سے بھی واقف ہیں متقی بھی ہیں، واقعی ایسے ہوا واقعی اُنہوں نے دیکھا یا مجرم اقرار کے لے تو حاکم کیا ہے حاکم پھر کچھ نہیں ہے وہ خدا کا حکم نافذ کرنے والا ایک شخص ہے بس اُسے اختیار ہی نہیں ہے کہ وہ کہہ دے کہ میں نہیں کرتا جب گواہ بھی موجود ہیں پھر وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نہیں نافذ کروں گا پھر اُسے نافذ کرنا پڑے گا تو طبیعت مبارکہ پر اتنی گرانی ہوئی کہ چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا بالکل جیسے سفید ہو۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا آپ نے فرمایا کہ یہاں آنے سے پہلے کیوں تصفیہ نہیں کرلیا یہاں آنے سے پہلے ایسا کر لیتے تو یہی آج بھی ہے یہی اس وقت بھی تھا کہ قاضی جو چاہے عدالت میں فیصلہ دے دے اُسے اختیار ہے یہ بھی کرسکتا ہے اور یہ بھی کرسکتا ہے یہ نہیں ہے۔

حاکم خدا کا نمائندہ ہوتا ہے :

یہ حدود جو ہیں ان میں یہ ہے کہ وہ خدا کا نمائندہ ہے وہ خدا کا حکم ظاہر کرے گا خدا کا حکم نافذ کرے گا۔ کیا یہاں یہ صورت کبھی آئی ہے آج تک اگر آج تک کبھی نہیں آئی ہے ایسی صورت اور عدلیہ اس قسم کی قائم نہیں ہوئی ہے تو یہ اسلامی حکومت نہیں ہوئی ہے۔ یہ مسلمانوں کی حکمرانی ہے ضرور، ٹھیک ہے حاکم مسلمان ہیں لیکن یہ کہ حکومت اسلامی ہو اسلامی حکومت تو جب ہوتی کہ یہ صورت بنتی تو اسباب زوال میں تو ہمارے یہی ٹھہرے گا کہ ہم نے اسلام پر عمل نہیں کیا اس وجہ سے ایسے ہوا ہے۔

مدنیہ منورہ کے قاضی سے ملاقات :

ہمارے ایک دوست ہیں مدنیہ منورہ میں شیخ عطیہ سالم وہ پہلے تو تھے ۱۹۶۴ء میں جامعہ اسلامیہ مدینہ یونیورسٹی کے ایک شعبہ کے انچارج کچھ اور کام ان کے ذمہ تھے مزید اور یہ ان کا ابتدائی دور تھا اُس کے بعد وہ ۱۹۷۰ء میں مدنیہ شریف کے قاضی تھے میں اُن سے ملا تو انھوں نے مجھے یہ کہا کہ کل عصر کے بعد چلیں گے تو اگلے دن عصر کے بعد وہ مجھے لے گئے ذوالحلیفہ، بیر علی اب کہلاتا ہے وہ وہاں لے گئے۔

ذوالحلیفہ کے پانی کی برکت :

وہاں اُنھوں نے کہا کہ دیکھیں ایسی صورت ہے کہ یہاں کا پانی بڑا اچھا ہے اور یہاں کے پانی سے پتھری ٹوٹ جاتی ہے اور فلاں فلاں آدمی ہے اُن کو خدا نے شفاء دی ان کی پتھری ٹھیک ہوگئی۔ میں بھی یہ ٹیوب ویل لگوا رہا ہوں تو ٹیوب ویل انھوں نے تھوڑا سا چلایا ہاتھ سے بور میں جیسے نل لگا لیتے ہیں ہاتھ کا تو اُس میں سے بالکل گدلا پانی آیا ایسا جیسے سیلاب

میں پانی گدلا آتا ہے اور اس پانی کو انھوں نے پیا اور خوشی سے پیا تو اس خیال سے پیا جو خیال ان کو تجربہ سے حاصل ہوا تھا میرے لیے پھر انھوں نے ملازم سے چائے بنوانی چاہی، ملازم نے اتنے عرصہ میں کہہ دیا کہ میں جا رہا ہوں وہ بھی چلا گیا اب وہ تھے اور میں تھا اور ان کی گاڑی تھی باقی سارا جنگل تھا تو انھوں نے اپنے آپ چائے بنائی پودینہ وہاں لگا رکھا تھا وہ توڑا وہ اس میں ڈالا سادی چائے بنائی، یہی وہ لوگ پسند کرتے ہیں تو اس درمیان میں وہ کہنے لگے کہ میرا پیشہ اب ایسا ہو گیا ہے ذمہ داری اس قسم کی ہوگئی ہے کہ میں لوگوں سے عام طور پر مل بھی نہیں سکتا اور بغیر ملے رہ بھی نہیں سکتا تو اس لیے میں نے یہاں زمین لے لی اور اب میں یہاں آتا ہوں اور گھر والوں سمیت آجاتا ہوں اور چاندنی رات ہوتی ہے رات گئے واپس چلا جاتا ہوں اور کبھی ایسے ہوتا ہے کہ بس یہیں ہم سو بھی جاتے ہیں صبح جاتے ہیں۔

جج بھی اور بے خوف بھی :

میں نے ان سے پوچھا کہ مدینہ شریف میں کل چار جج ہیں تو ان میں قتل کے کیس بھی ہوتے ہیں چوری کے بھی ہوتے ہیں اور بھی ہوتے ہیں تو کیا آپ کو کوئی خطرہ محسوس نہیں ہوتا۔ انھوں نے کہا کوئی خطرہ نہیں میں نے کہا کہ آپ یہ جو کیس کرتے ہیں ان میں کوئی دُشمنی نہیں چلتی۔ کہنے لگے نہیں کیونکہ میرا تو اپنا خیال یہ تھا کہ ہمارے ہاں اگر کوئی جج ایسے کرے کہ آبادی سے الگ جہاں بالکل آبادی نہ ہو وہاں جا کر رات گزارے آبادی ہو وہاں پانچ پانچ چھ چھ میل دور جنگل ہی جنگل ہو وہاں رات گزارے مع بیوی بچوں کے مع کار کے تو صبح کو وہ نہ خود ہوگا نہ بیوی بچے ہوں گے اور نہ کار ہوگی وہاں کچھ بھی نہیں ملے گا۔ میں نے اُن سے پوچھا انھوں نے کہا نہیں یہاں تو ایسی کوئی چیز نہیں ہوتی۔

اللہ کی نمائندگی کا فائدہ :

اس واسطے کہ ہم تو کچھ کرتے ہی نہیں اپنے پاس سے وہ جو مجرم آتا ہے وہ بھی سمجھتا ہے کہ یہ مجھے خدا کا حکم سنا رہا ہے ہم بھی یہ سمجھتے ہیں کہ اُسے خدا کا حکم سنا رہے ہیں۔ پھر اُنہوں نے کچھ کیس سنائے اس طرح کے اس میں مجرم کا اقرار کرنا خود رضامند ہو جانا سزا کے لیے وغیرہ وغیرہ۔ میں نے ان سے کہا بھی تھا کہ آپ مجھے لکھ کر بھجوا دیا کریں ہم انہیں وہاں شائع کرتے رہیں گے تاکہ لوگوں کو پتا چلے کہ اسلام میں اس طرح سے فیصلے ہوتے ہیں اور انصاف ہوتا ہے عدل ہوتا ہے ہمیں اسلامی نظام پھیلانے کے مطالبہ میں مدد ملے گی لوگوں کو مائل کرنے اور سمجھانے میں مدد ملے گی لیکن وہ ایسا نہیں کر سکے۔ پھر میں نے اُن کو خط بھی لکھا یاد دہانی کا، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ انھیں لکھنے کا موقع نہیں ملتا ہوگا۔ اس وقت انھوں نے جو واقعات سنائے تھے وہ بہت سارے تھے۔

جج کے اخلاقی فرائض :

ایک مثال دینے لگے کہ دیکھیں ایک عورت میرے پاس آئی اور اُس نے کہا کہ میرے خاوند کا انتقال ہوگیا اور مجھے اس کی نوٹ بک سے یہ معلوم ہوا کہ اتنے اتنے روپے ان ان لوگوں کی طرف ہیں تو انھوں نے پوچھا کہ تمہارے پاس کوئی گواہ ہے تو اس نے کہا کہ گواہ تو کوئی نہیں بس ان لوگوں کی طرف ہیں تو جب گواہ کوئی نہیں تو قاضی کا کام تو ختم ہوگیا اس سے آگے وہ پھر کچھ نہیں کر سکتا گواہ ہیں تو ٹھیک ہے گواہ نہیں ہیں تو پھر یہ ہے کہ ان لوگوں کو بلا کر ان سے پوچھا جائے گا اور ان سے قسم لی جائے گی اگر وہ قسم نہ کھائیں تو پیسے دیں اور قسم کھالیں گے تو چھوٹ جائیں گے پھر کچھ نہیں کیا جا سکتا پھر خدا کے حوالے۔ اللہ کا کام (انتقام) تو آپ سارا دیکھ ہی رہے ہیں کیا کیا ہوتا ہے کس کس طرح ہوتا ہے۔ جہاں انسان عاجز آ جاتا ہے پھر وہاں خدا کی قدرت نمایاں ہوتی ہے وہ کہنے لگے کہ میں نے ان کو نوٹس بھیج دیے بلا لیا اور وہ آئے پیش ہوئے اور ہر ایک نے انکار کر دیا، انکار کر دیا تو قسم لینے سے پہلے میں نے ان سے کہا کہ میں ذرا عدالت سے فارغ ہو جاؤں تو پھر مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔ اب عدالت کا کام اتنا ہی تھا کہ ان سے قسم لے لیتے اور چھوڑ دیتے لیکن ایسے نہیں ہوا انہوں نے اپنا کام پورا کیا اُس کے بعد پھر ان سے الگ بات کی۔

ترغیب وترہیب :

ان سے کہا کہ بھئی دیکھیں کہ ایسے ہوا ہے کہ ان کے شوہر کا انتقال ہوگیا ہے یہ بیوہ ہیں ان کے گزر اوقات کی کوئی سبیل نہیں ہے، اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ آپ میں سے ہر آدمی یہ سوچے کہ اگر اُس کے ساتھ ایسا واقعہ پیش آ جائے تو وہ اپنے لیے کیا پسند کرے گا۔ دوسرے یہ کہ خدا کے ہاں سب نے پیش ہونا ہے آپ وہاں کا خیال کریں اگر آپ کی طرف پیسے ہیں تو وہاں آپ کیا جواب دیں گے تو انھوں نے کہا کہ ہمیں کچھ مہلت دیجئے ہم اپنے حسابات چیک کریں تو انھوں نے ان کو اگلی تاریخ ایک ہفتہ دے دیا کہ ایک ہفتہ بعد فلاں تاریخ کو آپ لوگ آجائیں اس عورت کو بھی بھیج دیا پھر وہ لوگ اگلی تاریخ پر آئے۔ وہ کہتے ہیں کہ جتنا اس کی نوٹ بک میں لکھا ہوا تھا اُس سے زیادہ ہر ایک کے پاس رقم تھی اُس نے نوٹ بک میں کچھ لکھا ہوگا اور کچھ لکھنے سے رہ بھی گیا ہوگا تو ہر ایک نے وہ بتایا جو اُس سے زیادہ تھا جتنا اُس نے نوٹ بک میں لکھا ہوا تھا اور انھوں نے وہ دے دیا۔ اب وہ کہنے لگی کہ اس میں کسی سے دُشمنی کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا یعنی ہم اگر اپنی عدالت کے حقوق سے آگے بڑھ کر بھی کوئی بات کرتے ہیں تو وہ بھی اس انداز سے کرتے ہیں تو اس انداز سے بات کرنے میں دُشمنی کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تو اس طرح کی چیزیں جو اسلامی نظام کی ہیں وہ نہیں رہیں۔ نہیں رہیں تو

زوال آگیا تو اسباب زوال کی وجہ یہ ہے کہ عمل نہیں رہا۔

اسلام کو کبھی زوال نہیں ہوا :

آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ اسلام کو زوال ہوا یا اسلام پر عمل کرتے ہوئے زوال ہوا بلکہ یہ ہے کہ اسلام پر عمل چھوڑا تو زوال ہوا۔

سائنسی ترقی مشکل نہیں ہے :

اور ترقیاں مادی یا جتنی بھی فنی ہیں مشینی ہیں اس طرح کی جو ترقیاں ہیں وہ تو کوئی خاص (مشکل) چیز نہیں ہیں نظر آرہی ہے کہ خاص چیز ہے حقیقت یہ ہے کہ کوئی خاص چیز نہیں ہے۔ اگر آپ مضبوط ہوں اور محنت کریں تو آپ ان سے آگے بڑھ سکتے ہیں اور اگر آپ چاہیں تو ہر چیز سمگل ہو جاتی ہے۔ سائنسی ایجادات میں سب سے آگے جرمن تھا اب وہاں کے سائنس دانوں کو روس بھی لے گیا امریکہ بھی لے گیا جتنا ان سے حاصل ہوسکتا تھا وہ انہوں نے ان سے حاصل کیا باقی اپنے آپ ترقی کی اور ہم اپنے آپ کچھ کرتے ہی نہیں

پاکستان اور گائیڈڈ میزائیل :

ہمارے ایک دوست ہیں اسکواڈن لیڈر وہ بتاتے تھے کہ میرے فلاں عزیز تھے انھوں نے گائیڈڈ میزائیل کا فارمولا نکالا تھا۔ سہروردی کے پاس گئے تو سہروردی نے کہا کہ یہ کام مجھے تو نہیں آتا میں تو اسے نہیں سمجھ سکتا فلاں سے مل لیں وہ کون تھا وہ انگریز تھا انھوں نے کہا انگریز سے میں نہیں ملتا کیونکہ انگریز تو ہر جگہ سے آدمی لے جاتے ہیں اور فارمولے خرید لیتے ہیں یا اس آدمی کو نے جاتے ہیں اس کو لالچ دے دیتے ہیں کہ یہ نہ کرنا اتنا روپیہ لو اور بیٹھے رہو گھر میں وہ اپنی اقتصادیات کے پیش نظر اور اپنے ملک کو فائدہ پہنچانے کے لیے سب کچھ کرتے ہیں جھوٹ سچ دھوکہ وغیرہ سب تو اُس نے کہا اُس سے تو میں نہیں ملوں گا وہ بالکل مخلص بے غرض آدمی تھے پھر انھوں نے کہا کہ فلاں آدمی سے مل لیں وہ پھر اُس آدمی سے ملے اُس آدمی نے کہا میں اس فن کا آدمی نہیں ہوں ہمارا آدمی جو ہے پاکستانی وہ گیا ہوا ہے اور وہ فلاں تاریخ تک واپس آجائے گا اس کو آپ سمجھائیں۔ انھوں نے کہا کہ دیکھئے یہ ٹیلی فون آپ کے پاس رکھا ہے میں آپ کو ایک چیز دکھاؤں گا مثلاً یہ کہ میں اس جگہ ٹک ٹک کروں گا تو یہ ٹیلی فون میں خود بخود ٹک ٹک ہوگی تو پھر آپ یہ سمجھ سکتے ہیں کہ یہاں کے میرے کسی عمل سے یہ متاثر ہو رہا ہے تو اُس نے کہا کہ یہ تو ٹھیک ہے مگر فنی آدمی تو وہی ہے وہ آئے گا تو سمجھ سکتا ہے۔

پاکستان سب سے آگے ہوتا مگر پاکستان کی بدقسمتی :

اب یہ ملک کی بدقسمتی کا حال ہے کہ جب وہ آیا ہے تو وہ ان سے ملا تو وہ سمجھ گیا اس کو اور یہ کہنے لگا کہ بالکل ٹھیک ہے اور میرا نمبر جو ہے ٹیلی فون کا وہ ففٹی ففٹی ہے۔ مطلب یہ تھا کہ چلو اس طرح سے کرو اور کماؤ حکومت سے لو اور میرا اور تمہارا آدھا آدھا حصہ رہے گا تو اس طرح کے لوگ جو ہوتے ہیں وہ بھی کچھ غیر تمند ہوتے ہیں یا فنی استغناء ہوتا ہے ایک طرح کا۔ انھوں نے کہا کہ یہ خراب آدمی ہے میں اس کو اپنا فن نہیں دینا چاہتا تو اُنہیں سمجھانے والا کوئی نہیں تھا کہ چلو یہ خراب آدمی ہے ملک تو خراب نہیں ہے فن تو اپنا دو آگے یہ سمجھانے والا کوئی نہیں تھا تو وہ اس طرح رہے اور چند سال بعد ان کا انتقال ہو گیا تو میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر اُس وقت بنا ہوتا جب گائیڈڈ میزائیل کا کوئی تصور بھی نہیں تھا کہیں بھی تو پاکستان سب سے آگے ہو جاتا تو فنی ترقیاں جو ہیں جو مادی ہیں اُن کی بھی ہمارے پاس کمی نہ ہوتی۔ کمی اگر ہے تو بس یہی ہے کہ ہم صحیح اور سچے لوگ نہیں ہیں اور اسلام تو صحیح اور سچا ہی بناتا ہے۔ اگر اسلام پر عمل کرتے تو صحیح سوچ ہوتی اور ہم سچے ہوتے تو پھر ہمیں زوال نہیں ہوتا پھر تو ترقی ہوتی۔

غلطی فہمی :

تو اسباب زوال پر یہ کہنا کہ مذہب ایک ایسی چیز ہے جو زوال کا باعث ہے یہ تو بہت ہی غلط فہمی اور بہت ہی بُری بات ہے۔ ایک مسلمان کو یہ زیب نہیں دیتا مگر مسلمان ایسے ہیں کہ اُنھیں خود اپنی معلومات نہیں ہیں جب کوئی کہتا ہے تو یہ جملہ سن لیتے ہیں اور پھر سُن کر اسی کے قائل ہو کر اس جملہ کو آگے ہی چلاتے ہیں حالانکہ یہ بات غلط ہے جو زوال ہے وہ عمل نہ کرنے سے ہے۔ قرآن پاک میں حکم ہے "جو قوت تم حاصل کر سکتے ہو وہ قوت حاصل کر کے تیار رہو" تو تم تیار رہو یہ حکم تو ہمیں ہے اور رہتے ہیں تیار سکھ۔ یہ عجیب بات ہے دوسرے تیار رہتے ہیں اور ہم نہیں تیار رہتے تو ہم نے قرآن پاک کے حکم سے رُوگردانی کی اسلام سے رُوگردانی کی اور زوال کا باعث بنے ورنہ یہ نظام اور اقتصادی نظام اور عدلیہ سارے کے سارے کامیاب جارہے تھے اور یہ چلتے رہے ہیں تیرہ سو سال تک۔ اتنا طویل نظام دُنیا میں کوئی نہیں ہوگا اور نہ ہی مرتب اور منظم شکل میں ہوگا جتنا اسلام کا ہے۔ اور اپنے مذہب سے اتنی ناواقفیت شاید کسی قوم کو نہ ہوگی جتنی ناواقفیت مسلمانوں کو اپنے مذہب سے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اعمال صالحہ اور صحیح راستہ پر چلائے آمین۔

☆☆☆

قسط :۴،آخری

فرقہ واریت کیا ہے؟ اور کیوں ہے؟ اور سد باب کیا ہے؟

☆

حضرت مولانا منیر احمد صاحب
استاذ الحدیث جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا

ازالہ شبہات :

جب بات یہاں تک پہنچی کہ فرقہ واریت سے بچنے اور شیطنت کی اس ولدل سے نکلنے کے لیے کتاب وسنت کی اس تحقیق وتشریح کی پابندی کرائی جائے جو اُمت میں متواتر و معمول بہ ہے۔ اس کے لیے حکومت کو جبر وتشدد کرنا پڑے تو وہ اس سے بھی گریز نہ کرے۔ اس سے کچھ شبہات پیدا ہوتے ہیں ہم ان کا ازالہ کردینا ضروری خیال کرتے ہیں :

(۱) دین میں جبر نہیں **لا اکراہ فی الدین** آپ کسی کو اس متواتر تحقیق پر مجبور کیوں کرتے ہیں؟

جواب : اس آیت کا مطلب صرف یہ ہے کہ کفار کو جبراً دین میں داخل نہ کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ برسرِ پیکار کفار کو مسلمان فوج کی طرف سے تین چیزوں کا اختیار دیا جاتا تھا۔ اسلام یا اسلامی حکومت کی ماتحتی اور جزیہ یا تلوار، لیکن اسلام میں داخل ہونے کے بعد کتاب وسنت میں جدید تحقیقات وتشریحات کرکے دین میں تحریف کرنے اور فرقہ واریت پیدا کرنے کی اجازت نہیں، حدیث شریف میں ہے **من بدل دینہ فاقتلوہ** یعنی جو شخص متواتر اور متوارث طریقہ سے حاصل ہونے والے دین اسلام کو تبدیل کرکے فتنہ اور فرقہ واریت پیدا کردے اور پھر اس پر مصر ہوجائے تو حکومت اس کو قتل کردے۔ دین اسلام کی حفاظت اور مسلمانوں کے درمیان مذہبی اتحاد و یکجہتی کا تقاضا یہی ہے لیکن ایسے فتنہ پرداز کو عوامی سطح پر قتل کرنے کا اور قتل کرکے افراتفری اور بدامنی پیدا کرنے کا کسی کو اختیار نہیں البتہ اس کو قتل کرنے کا حکومت سے مطالبہ کیا جاسکتا ہے اور اگر حالات کی نزاکت کی وجہ سے قتل مناسب نہ ہو تو کوئی دوسری سزا بھی دی جاسکتی ہے جس سے وہ فتنہ اور فرقہ واریت ختم ہوجائے۔

(۲) اگر جدید تحقیق نہیں کرسکتے تو جدید مسائل کیسے حل ہوں گے؟

جواب : جدید تحقیق ان مسائل میں روا نہیں جن کی تحقیق پہلے ہو چکی ہے اور وہ عملی تواتر و توارث سے چلی آ رہی ہے لیکن جدید پیش آمدہ مسائل پر تحقیق ناگزیر ہے۔ اس سے فتنہ اور فرقہ واریت پیدا نہیں ہوتی نہ ہونی چاہئے لیکن اس تحقیق کے لیے بھی کچھ شرائط ہیں :

نمبر۱ : علوم آلیہ اور علوم عالیہ میں پوری مہارت یعنی علم صرف، علم نحو، علم بیان، علم بدیع، عربی ادب، علم تفسیر اور اصول تفسیر، علم الفقہ اور اصولِ فقہ، علم الحدیث واصول حدیث، علم الکلام، علم اسماء الرجال، علم التاریخ یعنی احوال ماضی اور موجودہ احوال، زمانہ کا علم، اور ان علوم میں بھی صرف ابجد شناسی کافی نہیں بلکہ پوری مہارت ہو۔ اگر پوری مہارت نہ ہو تو اس علم کے ضروری مسائل کا علم ہو۔

نمبر۲ : جدید مسائل کا حل انفرادی طور پر نہ ہو بلکہ شورائی طریقہ پر ہو جیسا کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اپنے چالیس جید شاگردوں کی مجلس شوریٰ قائم کر کے اس میں احکام شرعیہ کے علم کو مدون کیا گیا۔

نمبر۳ : مجلس شوریٰ کا ہر رکن علوم آلیہ اور علوم عالیہ کا ماہر ہو، متقی، پرہیز گار، علم و عمل کا جامع ہو اور خالص اسلامی ذہن رکھتا ہو، مغربی تہذیب و تمدن کا دلدادہ اور مغربی یورپین اساتذہ کا تربیت یافتہ نہ ہو۔

نمبر۴ : جدید مسائل کو جب کتاب وسنت کی روشنی میں حل کرنا ہے تو فیصلہ کرنے کی اتھارٹی علماء شوریٰ کے پاس ہوگی البتہ جہاں تحقیق مسائل میں وہ جدید معلومات کی ضرورت محسوس کریں وہاں ان کو جدید علوم وفنون کے وہ ماہرین معلومات فراہم کرنے میں تعاون کریں جن کو بطورِ رکن شوریٰ نامزد کیا جائے۔

نمبر ۵ : جدید مسائل کو حل کرنے میں اُن اُصولوں کو پیش نظر رکھا جائے جو مجتہدین اسلام نے طے کر دیئے ہیں جدید مسائل کا حل اُن اُصولوں کے ماتحت رہ کر ہو، ان سے بالاتر ہو کر نہیں ہے۔

نمبر ۶ : سب کو مجلس شوریٰ کے فیصلے کا پابند کیا جائے۔ انفرادی طور پر اپنی اپنی تحقیق کے پردہ میں فتنہ کھڑا کرنے اور فرقہ واریت پھیلانے کی اجازت نہ دی جائے اور اگر کسی میں جوشِ تحقیق اتنا موجزن ہو کہ وہ صبر نہیں کر سکتا تو وہ اپنی تحقیق تحریری طور پر مجلس شوریٰ میں پیش کر دے بس اس کا فرض ادا ہو گیا۔ ایسی شوریٰ حکومت بھی تشکیل دے سکتی ہے اور اگر چاہیں تو علماء اور جدید دین دار ماہرین خود بھی بنا سکتے ہیں۔

(۳) جناب اللہ نے قرآن کو آسان کیا ہے **ولقد یسرنا القرآن للذکر** لیکن آپ نے بہت مشکل کر دیا ہے!

جواب : محترم آپ نے ایسے کام کیا ہے جیسے کوئی لاتقربوا الصلوۃ پڑھے اور وانتم سکاریٰ کو چھوڑ دے اس

کے آگے بھی پڑھیں فھل من مدّکر ؟ اب اس آیت کا مطلب واضح ہو جاتا ہے البتہ تحقیق ہم نے قرآن نصیحت پکڑنے کے لیے آسان کر دیا ہے کیا ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا ؟ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم نے اس کے حصۂ قانون کا حل کرنا آسان کر دیا ہے کیا ہے کوئی حل کرنے والا ؟ دراصل قرآن وحدیث کے دو حصے ہیں حصۂ قانون اور حصۂ پند و وعظ۔ حصہ قانون کو وہی حل کر سکتے ہیں جو کتاب وسنت اور قانون شریعت کے ماہر ہوں اگر قانون شریعت والے حصہ کا حل کرنا آسان ہوتا تو سحری کے وقت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن عباس کو سینہ کے ساتھ لگا کر ہاتھ اُٹھا کر یہ دعا نہ فرماتے **اللّٰھم علمہ الکتاب وفقھہ فی الدین** اے اللہ اس بچے کو کتاب اللہ کا علم اور قانون شریعت میں مہارت عطا فرما اسی مہارت کا نام فقہ فی الدین ہے۔ دیکھئے انگریزی قانون انسانوں کا بنایا ہوا ہے اس کے باوجود اس کی وضاحت کرنے کا حق صرف اور صرف جج اور وکیل کو ہے ان کے علاوہ کوئی کتنا بھی تعلیم یافتہ اور دانشور ہو اس کو وضاحت کرنے کا حق نہیں اور اگر وہ وضاحت کرے گا تو اس کا اعتبار نہ ہوگا۔ وضات اور تشریح وہی معتبر ہوگی جو وکیل اور جج کریں گے۔ اسی طرح قانون کی وضاحت میں ایک وکیل دوسرے وکیل سے ایک جج دوسرے جج سے اختلاف کر سکتا ہے لیکن ہر ایک کو وکیل یا جج سے اختلاف کرنے کا حق نہیں حتی کہ بعض مرتبہ عدالت میں وکیل اور جج کے درمیان اختلاف ہو جاتا ہے آپس میں بحث بھی ہو جاتی ہے اُس کو توہینِ عدالت تصور نہیں کیا جاتا، نہ وکیل پر توہین عدالت کا کیس ہوتا ہے لیکن اگر کوئی دوسرا شخص عدالت میں جج کے ساتھ کسی قانونی نکتہ پر اختلاف و بحث کرے تو توہینِ عدالت کا کیس ہو جائے گا اور ہر فن میں ماہر فن کی رائے ہی معتبر ہوتی ہے اور اُس فن کے ماہرین ہی آپس میں کسی فنی مسئلہ میں اختلاف کا حق رکھتے ہیں، دوسروں کی نہ رائے معتبر ہے نہ ان کو اختلاف کرنے کا حق۔ لیکن اسلامی حکومت نہ ہونے کی وجہ سے یا اسلامی حکومت کی گرفت کمزور ہونے کی وجہ سے کتاب وسنت اور قانون شریعت کے بارے ہر ایک کو رائے زنی کرنے کا اور مجتہدین اسلام کی متواتر و مسلمہ تحقیقات سے اختلاف کرنے کا بلکہ ان کی تحقیقات و تشریحات کو رد کر کے اپنی جاہلانہ تحقیقات و تشریحات کرنے کا حق ہے۔ اس لیے جو آدمی قانون اسلام میں مہارت نہیں رکھتا وہ قرآن وحدیث کا موعظۃ والا حصہ پڑھ کر نصیحت حاصل کرے اس سے نصیحت پکڑنا بہت آسان ہے۔

(۴) کیا اب کتاب وسنت کے حصہ قانون کا مطالعہ نہ کیا جائے؟

جواب : مطالعہ کیا جائے لیکن اس کا طریقہ کار اور ترتیب یہ ہے کہ پہلے با قاعدہ کسی ماہر و دیانت دار استاذ کے پاس علوم آلیہ یعنی صرف ونحو وغیرہ پڑھ کر ماہرین شریعت یعنی مجتہدین اسلام کی تحقیقات و تشریحات پر مشتمل عربی فارسی، اردو کتب کو با قاعدہ کسی ماہر استاذ کے پاس پڑھا جائے یا ان کی نگرانی میں مطالعہ کیا جائے پھر ان تحقیقات و

تشریحات کو رموز و شرح کے طور پر ساتھ لے کر قرآن و حدیث کا مطالعہ کیا جائے اور یہ کوئی عجوبہ نہیں ۔ کتنی ہی اہم کتابیں ہیں جن کی شروح لکھی گئی ہیں ہم اس کتاب کو ان شروحات کی مدد سے سمجھتے ہیں ۔ آج کل ماہر اساتذہ کے لکھے ہوئے رموز کی مدد سے سکول کی نصابی کتابیں پڑھی پڑھائی جاتی ہیں ۔ اقبالیات کے سمجھنے کے لیے ان کی شروحات کو سامنے رکھا جاتا ہے جبکہ یہ سب انسانی کتب ہیں اور قرآن تو وحی الٰہی ہے اس کو سمجھنے کے لیے مجتہدین اسلام نے احادیث رسول اللہ اور اصحاب رسول اللہ کے آثار و اقوال کو سامنے رکھ کر خداداد فقاہت اور فقہی مہارت کے ذریعے قرآن کو سمجھا اور قوانین شریعت کو پوری تشریح کے ساتھ مدون کیا۔ ہمارے اندر چونکہ اتنی فقاہت اور فقہی مہارت نہیں ، نہ احادیث و اقوال پر اتنی وسیع نظر ہے ، نہ اتنا حافظہ ، نہ تقوی و طہارت ، نہ خوف و خشیت ، نہ حلال روزی ، نہ اخلاص اور یک سوئی ہمارے دل دماغ تو خاندان اور معاشی مسائل میں اُلجھے ہوئے ہیں او دنیا سازی میں ہمہ تن مصروف ہیں اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم ان کی تشریحات و تحقیقات کو بطورِ شرح کے سامنے رکھ کر قرآن و حدیث کا مطالعہ کریں جب کہ **صراط الذین انعمت علیھم** اور **سبیل المؤمنین** میں اسی طریقہ کار کی طرف رہنمائی کی گئی ہے۔

(۵) صحابہ کرام کے زمانہ میں نہ یہ علوم تھے اور نہ یہ شروح لیکن قرآن و حدیث کو وہ سمجھتے تھے معلوم ہوا کہ کتاب و سنت کے سمجھنے کے لیے یہ علوم اور شروح ضروری نہیں۔

جواب : پہلی بات یہ ہے کہ عربی صحابۂ کرامؓ کی مادری زبان تھی اور مادری زبان اور اس کے اشارات و کنایات اور باریکیاں سمجھنے کے لیے گرائمر وغیرہ کی ضرورت نہیں ہوتی ۔ دیکھئے جناب اس وقت جو قرآن ہمارے ہاتھوں میں ہے اس پر زیر زبر پیش ، جزم ، شدمد ، رموز وقف ، منزل ، رکوع ، آیات ، پارے وغیرہ کے نمبرات لگے ہوئے نہ تھے لیکن اس کے باوجود وہ تلاوت کرتے ان کو کبھی دقت پیش نہ آئی لیکن بعد میں غیر زبان والوں کو پڑھنے میں مشکلات پیش آئیں تو ان کی آسانی کے لیے یہ علوم ایجاد ہوئے مگر سارے غیر زبان والے عجمی لوگ ان علوم کو نہیں پڑھ سکتے تھے ۔ ایسے بے علم لوگوں کی مشکل پھر بھی حل نہ ہوئی تو قرآن پر اعراب وغیرہ لگا دیئے گئے ۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ جب صحابہ کرام قرآن کو بغیر اعراب ، بغیر وقف وغیرہ کے پڑھتے تھے تو ہم بھی پڑھ سکتے ہیں لہٰذا اعراب لگانے کی ضرورت نہیں تو ان کو یہی کہا جائے گا کہ صحابہ کرامؓ اہل زبان تھے عربی ان کی مادری زبان تھی وہ بغیر صرف و نحو وغیرہ علوم کے اور بغیر اعراب لگانے کے پڑھ لیتے تھے لیکن ہم ان علوم کی طرف یا کم از کم اعراب وغیرہ علامات کے محتاج ہیں ہم اس کے بغیر نہیں پڑھ سکتے ۔ اسی طرح قرآن پاک کے سمجھنے کا مسئلہ ہے وہ اہل لسان ہونے کی وجہ سے قرآن کو بقدر ضرورت سمجھ لیتے تھے لیکن ہم ان علوم کے بغیر نہیں سمجھ سکتے ۔ دوسری بات یہ ہے کی خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سامنے ایک کھلی کتاب تھے اولاً تو وہ اہل زبان

ہونے کی وجہ سے قرآن کے ظاہر کو وہ سمجھ لیتے تھے اور ثانیاً سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے بھی وہ بہت کچھ سمجھ لیتے وہ ایک عملی تعلیم تھی۔ ثالثاً اس کے باوجود جو بات سمجھ نہ آتی وہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیتے۔ اس لیے صحابہ کرامؓ ان علوم کے محتاج نہ تھے۔ اس کے باوجود اعلام الموقعین میں علامہ ابن قیمؒ لکھتے ہیں وہ صحابہ کرامؓ جو قرآن کے ظاہر و باطن دونوں پر دسترس رکھتے تھے اور قانونِ شریعت کے ماہر تھے یعنی مجتہدین وفقہاء بن کر اجتہاد وفقاہت کے منصب پر فائز ہوئے وہ ایک لاکھ چودہ ہزار صحابہ میں سے صرف ایک سو تیس تھے یہ بھی باقی صحابہ کرام اور تابعین کے لیے شرح کی ضرورت کو پورا کرتے۔ اسی طرح تابعین میں بھی قانونِ شریعت کی ماہر شخصیات پیدا ہوئیں ان میں سے مدینہ کے سات تابعین فقہاء سبعہ کے نام سے معروف ہیں: (۱) سعید بن المسیب (۲) عروۃ بن الزبیر (۳) قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق (۴) خارجہ بن زید بن ثابت (۵) عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود (۶) سلیمان بن یسار (۷) سالم بن عبداللہ بن عمر اپنے وقت میں یہ بھی قانونِ شریعت کی شرح کر کے اس ضرورت کو پورا کرتے جب اس اجتہاد وفقاہت والی اعلیٰ استعداد میں کمی بلکہ نابود ہونے کے حالات پیدا ہونے والے تھے تو اللہ تعالیٰ کی تکوینی حکمت کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ جو اصاغر تابعین میں سے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے اور ان کے تلامذہ کے ذریعے قانونِ شریعت مدون کرایا پھر اس تدوین کے عمل میں مزید ترقی ہوئی، اب ہمیں ان علوم کی دو وجہ سے ضرورت ان مدونہ کتب کو سمجھنے کے لیے بھی اور پھر ان مدونہ شروح قرآن و حدیث کی روشنی میں قرآن و حدیث سمجھنے کے لیے بلکہ قدیم عربی زبان جو قرآن و حدیث اور ان مدونہ کتب کی زبان ہے اس کو سمجھنے کے لیے تو آج کے جدید عرب بھی محتاج ہیں وہ بھی ان علوم کو پہلے پڑھتے ہیں پھر سمجھتے ہیں تو ہم غیر زبان کے عجمی لوگ کیسے مستغنی ہو گئے۔

(۶) جب کتاب و سنت کے مختلف زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں جیسا کہ ہمارے اردو میں قرآن کریم اور صحاح ستہ کا ترجمہ ہو چکا ہے بس ان اردو مترجم کتابوں کو پڑھ کر دین سمجھا جائے نہ ان علوم کی ضرورت نہ شروح کی اور نہ ہی کسی استاذ کی ضرورت ہے۔

جواب : چند اُمور ہمارے لیے غور طلب ہیں ایک یہ کہ پتہ چلا کہ فہمِ دین کا یہ طریقہ غیر فطرتی طریقہ اردو تراجم کے دور سے شروع ہوا ہے اس سے پہلے نہ تھا۔ پہلے طریقہ یہ تھا چونکہ مجتہدین کا دور گزر گیا تھا البتہ اپنے زمانے میں انہوں نے جو علمِ شریعت کی تحقیق کی وہ مدونہ دینی کتب میں محفوظ تھی، بتوفیقِ الٰہی کچھ خوش نصیب لوگ دینی علوم اور دینی کتب پڑھتے اُن کو عرف میں علماء کہا جاتا ہے اور کچھ اتنا علم بھی حاصل نہ کر سکتے تھے جیسا کہ آج کل بھی لوگوں کی یہ دو قسمیں عیاں ہیں ہمیشہ غیر علماء علماء سے پوچھ کر ان پر اعتماد کر کے ان کی رہنمائی میں عمل کرتے۔ وہ علماء جو کچھ بتاتے وہ بھی

براہ راست قرآن وحدیث سے استنباط نہ ہوتا تھا بلکہ مجتہدین سابقین کا تحقیقی وتشریحی اور اجتہادی ورثہ جو کتب دینیہ محفوظ تھا اُس کو پڑھ کر اس کے مطابق شرعی حکم بتاتے اور بے علم لوگ اس پر عمل کرتے حتی کہ جب اردو ترجمے ہوئے اور وہ بھی صرف قرآن کریم اور صحاح ستہ کے تو یہ نظریہ بن گیا کہ استاذ کی ضرورت نہ دوسری دینی کتب کی، بس قرآن کا اردو ترجمہ اور صحاحِ ستہ کے اردو تراجم فہم دین کے لیے کافی ہیں۔ سو یہ طریقہ ایک جدید بدعت ہے پہلے نہ تھا۔ دوسری بات یہ کہ اصحاب رسول جو عربی دان تھے عربی اُن کی مادری زبان تھی وہ اس اردو خواں طبقہ سے قرآن وحدیث کو بہتر سمجھتے تھے اس کے باوجود ان میں براہ راست قرآن وحدیث سے احکام اسلام اخذ کرنے اور سمجھنے والے مجتہدین ایک لاکھ چودہ ہزار صحابہ کرامؓ میں سے ایک سو تیس تھے آج اردو خواندہ طبقہ کا ہر فرد کیسے مجتہد بن گیا؟ وہ کتاب وسنت کے ساتھ استاذ کے محتاج تھے وہ استاذ ومعلم اصحاب رسول کے لیے خود رسول اللہ ﷺ، اصاغر صحابہ کے لیے اکابر صحابہ، پھر تابعین کے لیے صحابہ کرامؓ تبع تابعین کے لیے تابعین اسی طرح ہر دور میں استاذی شاگردی کے طریقہ تعلیم وتعلم کا سلسلہ جاری رہا اور تعلیم وتعلم کے ذریعہ علم محفوظ رہا۔ اگر استاذ کی ضرورت نہ ہوتی تو کتاب اللہ کے ساتھ رسول اللہ نہ بھیجے جاتے صرف قرآن نازل کر دیا جاتا اور نہ ہی تعلیم وتعلم کی ضرورت تھی وہ خود ہی مطالعہ کر لیا کرتے پس جب وہ صاحب لسان لوگ استاذ کے محتاج ہیں تو آج کل کے یہ غیر زبان والے استاذ سے کیسے مستغنی ہو گئے۔ تیسری یہ کہ کتاب وسنت اور علم دین کی خصوصیت کیوں؟ بغیر تعلیم وتعلم کے اور بغیر استاذ کے ڈاکٹری، انجینئرنگ، سائنس وغیرہ علوم میں محض مطالعہ پر اکتفا کیوں نہیں کر لیا جاتا جبکہ ان میں سے ہر علم وفن میں اردو کتب کا وسیع ذخیرہ موجود ہے جو قرآن وحدیث کے تراجم کے مقابلہ مفصل اور واضح ہیں۔ لیکن ان علوم میں تو حالت یہ ہے کہ دوسرے استاذ بنائے جاتے ہیں یعنی سکول، کالج کے استاذ علیحدہ اور ٹیوشن پڑھانے والے علیحدہ۔ چوتھی بات یہ کہ پورا دین سمجھنے کے لیے محض قرآن اور صحاح ستہ کا ترجمہ ناکافی ہے۔ ہمارے ایک دوست نے غیر مقلدوں کے ایک جید عالم دین اور مناظر پر شرط رکھی کہ وہ پورے دین کے مسائل نہیں صرف نماز کا مکمل طریقہ اور نماز کے ضروری مسائل صرف صحاح ستہ سے سکھا دیں میں اہل حدیث مذہب قبول کر لوں گا وہ اس پر آمادہ نہ ہوئے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ بھی سمجھتے ہیں کہ قرآن اور صحاح ستہ کا اردو ترجمہ دین سمجھنے کے لیے کافی نہیں۔ اس کے لیے صحاح ستہ کے علاوہ احادیث وآثار کا بہت ذخیرہ ہے جو ضروری ہے، وہ نہ صحاح ستہ میں ہے نہ حدیث کی دوسری مروجہ کتب میں ہے مثلاً امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک لاکھ صحیح احادیث میں سے صحیح بخاری کا انتخاب کیا ہے اور صحیح بخاری میں تکرار ختم کر کے کل احادیث کی تعداد چار ہزار ہے۔ سوال یہ ہے کہ باقی چھیانوے ہزار صحیح احادیث کہاں ہیں؟ امام احمد بن حنبلؒ کو چھ لاکھ صحیح احادیث یاد تھیں لیکن مسند احمد میں ان میں سے چند ہزار ہیں باقی حدیثیں کہاں ہیں۔ کتاب الآثار چالیس ہزار احادیث صحیحہ سے انتخاب ہے باقی احادیث کہاں ہیں؟ جبکہ مجتہدین کے سامنے وہ سب احادیث وآثار تھے اور کوئی بھی صاحب علم اپنے

پورے علم کو کتاب میں منتقل کر بھی نہیں سکتا جو کچھ اسکی کتاب میں ہوگا وہ اس کے علم کا کچھ ہی حصہ ہوگا۔ جب یہ صورت حال ہے تو دین سمجھنے کے لیے صرف قرآن کا اردو ترجمہ اور صحاح ستہ کے اردو تراجم کیونکر کافی ہو سکتے ہیں؟ جبکہ صحاح ستہ کی احادیث ملا کر چھ سات ہزار سے زیادہ نہیں ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ دین اور علم دین کی عظمت واہمیت ہی ختم ہو چکی ہے اور خوف خدا دل سے نکل چکا ہے اس لیے اس کی تحقیق پر جاہل سے جاہل آدمی بھی دلیر ہے۔

(۷) اگر خود تحقیق نہ کریں تو ذہنی جمود پیدا ہو جائے گا ذہنی ارتقاء رُک جائے گا۔

جواب : اس کا اولاً جواب یہ ہے کہ ہمارا مطلب یہ ہے کہ ماہرین کاملین کے تحقیق شدہ مسائل کی ناقصین کو دوبارہ تحقیق کرنے کی ضرورت نہیں جیسا کہ ڈاکٹر کے نسخہ کی مریض کو چیک کرنے کی یا اپنے طور پر تحقیق کر کے نسخہ تجویز کرنے کی اجازت نہیں۔ رہے جدید حالات کے تحت پیش آنے والے جدید مسائل وہ بہر کیف حل کرنے پڑیں گے جن کی وجہ سے ذہنی بالیدگی، ذہنی ارتقاء اور علمی ترقی جاری رہے گی۔ ثانیًا جواب یہ ہے کہ حالاتِ زمانہ کے بدلنے سے طرزِ استدلال بھی بدلتا ہے اس لیے یہ ضرورت ہر زمانہ میں باقی رہتی ہے کہ حالات زمانہ کے مطابق انہی قدیم تحقیقات کو جدید دلائل کے ساتھ مدلل کر کے پیش کیا جائے نیز ماہرین شریعت کی تحقیق کے مطابق احکام شرعیہ کی حکمتیں اور اسرار جدید علوم و فنون کی روشنی میں تلاش کی جائیں۔ مثال کے طور پر بول و براز کی وجہ سے وضو کے لازم اور منی کی وجہ سے غسل لازم کرنے میں کیا حکمت ہے؟ پھر وضو ٹوٹنے میں حدث لاحق ہوتی ہے پورے بدن میں مگر حکم ہے چہرے، بازو اور پاؤں دھونے کا اور سر پہ مسح کرنے کا۔ وضو میں ان چار اعضاء کی تخصیص کیوں ہے؟ پھر ان چار اعضاء کے دھونے سے پورا بدن پاک ہو جاتا ہے اس میں کیا حکمت ہے؟ جدید محققین کی تحقیق کے لیے یہ میدانِ تحقیق بڑا وسیع ہے وہ اس تحقیق میں اپنے علم وفن کی توانائیاں خرچ کریں اور مزید ترقی کریں۔ ثالثاً عرض یہ ہے کہ اجتہاد اور استشہاد میں بڑا فرق ہے مجتہد کا غیر منصوص مسئلہ کو کتاب وسنت کی روشنی میں از خود اجتہاد وفقاہت کے ذریعہ حل کرنا اجتہاد ہے وہ چونکہ اس مسئلہ کے ساتھ اپنے تفصیلی دلائل تحریر نہیں کرتا بطورِ خلاصہ صرف شرعی حکم بیان کر دیتا ہے سو اس نے جو حکم شرعی بیان کیا ہے اس کو بلا چون و چرا اس مجتہد کی مجتہدانہ مہارت کی شہرت کی بنیاد پر بلا دلیل تسلیم کرنا پھر کتاب وسنت کا مطالعہ کر کے اس کے متدلات اور مؤیدات کو تلاش کرنا استشہاد کہلاتا ہے۔ پس جس کو شوق و جذبہ ہے تحقیق کا وہ اجتہادی تحقیق کی جگہ استشہادی تحقیق کرے اور خوب علمی ترقی اور ذہنی ارتقاء کی منزلیں طے کرے۔

(۸) مجتہد غیر معصوم تھے ان سے غلطی ہو سکتی ہے لہٰذا ان کی تحقیق کو پرکھا جا سکتا ہے اگر وہ پرکھ میں غلط ثابت ہو تو اس کو چھوڑ کر اس کی جگہ جدید تحقیق جو صحیح ہو وہ اختیار کی جا سکتی ہے۔

جواب : خیالاتی اور عقلی دنیا میں تو یہ بات بالکل درست ہے لیکن واقعات ومشاہدات کی دنیا میں مشکل ہے بلکہ خلاف عقل ہے کیونکہ ڈاکٹر کے نسخہ تجویز کرنے میں اور جج کے فیصلہ لکھنے میں غلطی ممکن ہے کیونکہ ڈاکٹر اور جج معصوم نہیں اس لیے ڈاکٹر کے نسخہ اور جج کے فیصلہ کو پرکھا جاسکتا ہے مگر سوال یہ ہے کہ پرکھنے کا حق کس کو ہے؟ ہر ذی شعور آدمی سمجھ سکتا ہے کہ ہر آدمی کو یہ حق نہیں بلکہ ڈاکٹر کے نسخہ کو ڈاکٹر ، اور جج کے فیصلہ کو جج ہی پرکھ سکتا ہے اسی طرح مجتہد کی تحقیق پرکھنے کا حق ہے لیکن اس جیسے مجتہد کو نہ کہ ہر ایک کو۔ ظاہر بات ہے کہ ایم ۔ اے کے پرچہ کو میٹرک پاس کیسے پرکھ سکتا ہے؟ پس جیسے یہ خلافِ عقل بھی ہے اور عملاً ناممکن بھی ۔ اسی طرح غیر مجتہد شخص کا ماہر شریعت مجتہد کی تحقیق کو پرکھنا خلافِ عقل اور عملاً ناممکن ہے ۔ باقی غیر ذی شعور اور غیر ذی عقل لوگوں کی دنیا ہی اپنی ہوتی ہے جس کے ساتھ ذی شعور اور ذی عقل لوگوں کا تعلق ہی نہیں ہوتا۔

(۹) مجتہدین آئمہ کرام کے درمیان چونکہ اختلاف ہے اس لیے مجتہدین کی تحقیق پر چلنے کی صورت میں بھی اختلاف جُوں کا توں باقی رہے گا اور یہی اختلاف تو فرقہ واریت ہے۔

جواب : اولاً یہ ہے کہ مسائل شرعیہ کی دو قسمیں ہیں (۱) مسائل قطعیہ یعنی وہ مسائل جن کا ثبوت یقینی اور قطعی ہو مثلاً توحید ، رسالت ، قیامت ، صداقتِ قرآن ، جنت ودوزخ ، وجودِ ملائکہ ، ختم نبوت ، نزول عیسیٰ علیہ السلام ، عذاب قبر ، حیاتِ انبیاء علیہم السلام فی القبور ، آخرت میں میزان ، پُل صراط ، شفاعت ، رؤیۃ باری تعالی ، پانچ نمازوں کی فرضیت ، رمضان کے روزوں کی فرضیت ، ذی استطاعت پر حج کی فرضیت ، زکٰوۃ کی فرضیت ، سود کی حرمت ، زنا کی حرمت ، چوری ڈکیتی کی حرمت ، شراب کی حرمت ، مسواک کا سنت ہونا ، داڑھی کا سنت ہونا ، قربانی ، اذان وتکبیر وغیرہ (۲) مسائل ظنیہ یعنی وہ مسائل جن کا ثبوت یقینی وقطعی نہیں بلکہ وہ غلبۂ ظن کے درجہ میں ثابت ہیں مثلاً اللہ تعالی کی صفت تکوین مستقل صفت ہے یا صفت قدرت میں داخل ہے ۔ صفاتِ الٰہیہ عین ذات ہیں یا غیر ذات ، عذاب قبر کی کیفیت ، حیاۃ فی القبر کی کیفیت ، انبیاء علیہم السلام افضل ہیں یا ملائکہ ۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کون سے نبی افضل الانبیا ہیں ۔ ایمان کم زیادہ ہوتا ہے یا نہیں ۔ وضوء ، غسل ، نماز ، روزہ ، حج وغیرہ میں سے ہر ایک میں فرائض ، واجبات ، سنن ، مستحبات کتنے ہیں اور کون کون سے ہیں یا وہ مسائل غیر منصوصہ ہیں یعنی کتاب وسنت میں ان کا ذکر نہیں ہوا جیسے ہر زمانہ کے پیش آمدہ اکثر جدید مسائل ان مسائل ظنیہ کو مسائل اجتہادیہ بھی کہا جاتا ہے ۔ دراصل مسائل کے ان دو قسموں کی بنیاد دلائل کے دو قسموں پر ہے دلائل دو قسم کے ہیں (۱) دلائلِ قطعیہ یعنی وہ دلائل جو ثبوت کے لحاظ سے قطعی ہیں اور مفہوم کے اعتبار سے بالکل واضح ہیں جیسے لا الٰہ الا ھو الحی القیوم ، محمد رسول اللہ ، واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وغیرہ (۲) وہ دلائل ظنیہ یعنی وہ جن کا ثبوت غلبۂ ظن

کے درجہ میں ہے یا ان کا مفہوم و معنی غیر واضح ہے مثلاً خبر واحد، اس کا ثبوت ظنی ہوتا ہے پھر اگر ان اخبار آحاد میں تعارض ہو جیسے رفع یدین اور ترک، قراءۃ خلف الامام اور ترک القراءۃ خلف الامام کی متعارض احادیث یا مفہوم کے اعتبار سے اس میں مختلف احتمالات ہوں جیسے والمطلقٰت یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء میں دو احتمال ہیں کہ قراء سے مراد طہر ہو یا حیض پس وہ مسائل جو دلائل قطعیہ سے ثابت ہیں وہ قطعی ہیں اور جو دلائل ظنیہ سے ثابت ہیں وہ ظنی ہیں پھر مسائل قطعیہ کی دو قسمیں ہیں وہ مسائل جن کا ثبوت اتنا قطعی اور واضح ہے کہ ان کو ہر مسلمان خواہ عالم ہو یا غیر عالم جانتا ہے۔ ان کو ضروریاتِ دین کہا جاتا ہے مثلاً توحید، رسالت، قیامت، صداقتِ قرآن، جنت و دوزخ، ختم نبوت وغیرہ ان کو ضروریات دین کہا جاتا ہے ان میں سے کسی ایک عقیدہ کا انکار خواہ تاویل کے ساتھ ہو کفر ہے اور وہ مسائل جن کا ثبوت دورِ اول میں واضح نہ تھا بعد میں ان کا ثبوت اور دینی و شرعی حکم ہونا اتنا واضح ہو گیا کہ ان کو ہر عام و خاص مسلمان جانتا ہے ان مسائل کو ضروریاتِ اہل سنت والجماعت کہا جاتا ہے جیسے عذاب قبر، حیاۃ انبیاء علیہم السلام فی القبور وغیرہ۔ ان عقاید میں سے کسی عقیدے کا انکار کفر تو نہیں البتہ اہل سنت والجماعت کی جماعت حقہ سے خارج ہو جاتا ہے اور مسائل ظنیہ اجتہادیہ میں سے کسی ظنی مسئلہ کا انکار نہ کفر ہے نہ اس سے اہل سنت والجماعت سے خروج لازم آتا ہے۔ یہ بات سمجھ لیجئے کہ فرقہ واریت مسائل قطعیہ میں اختلاف کا نام ہے باقی مسائل ظنیہ اجتہادیہ میں اختلاف فرقہ واریت نہیں ہے بلکہ یہ اختلاف تو باعث اجر ہے۔ مجتہد مصیب کو دو اجر اور مجتہد کو ایک اجر ملے گا اور اتنا ہی اجر ملے گا ہر ایک کے مقلدین کو۔ آئمہ مجتہدین کے درمیان جو اختلاف ہے وہ مسائلِ اجتہادیہ میں ہے مسائل قطعیہ میں نہیں ہے اس لیے فقہ کے چاروں مکتبِ فکر اہل سنت والجماعت جماعت حقہ ہیں اور ماانا علیہ واصحابی میں داخل ہیں۔ قرآن کریم میں ہے ولا تفرقوا من بعد ما جاء تھم البینت اور باہمی تفرقہ مت ڈالو واضح احکام آجانے کے بعد۔ پتہ چلا قطعی اور واضح احکام میں تفرقہ فرقہ واریت ہے۔

ثانیاً عرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تکوینی حکمت کے تحت آئمہ اربعہ کے مذاہب مدون ہو گئے اور مدون ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گئے اور مختلف ملکوں اور علاقوں میں عملاً رائج اور قانوناً نافذ ہو گئے ان مذاہب اربعہ میں سے رواج و نفاذ کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ نے فقہ حنفیہ کو زیادہ قبولیت عطا کی اس لیے اس کی پزیرائی اور پھیلاؤں کا دائرہ بمقابلہ باقی مذاہب ثلثہ کے زیادہ وسیع ہوا اور عملاً طے ہو گیا کہ جس ملک اور جس علاقے میں ان میں سے جو مذہب قبولیت پا گیا ہے وہاں وہی مذہب چلے گا دوسرے مذہب والے اس میں مداخلت کر کے بدامنی کی فضا پیدا نہ کریں گے۔ یہی وجہ ہے کہ انگریزوں کی خلافت عثمانیہ کے خلاف دہشت گردی سے قبل خلافتِ عثمانیہ کے تحت مکہ و مدینہ میں ساڑھے پانچ سو سال تک حنفیوں کی حکومت رہی جس میں فقہ حنفی بطور قانون نافذ تھی لیکن اتنے طویل عرصہ میں کبھی بھی احناف اور غیر احناف کے درمیان محاذ آرائی نہیں ہوئی اور اب تقریباً ساٹھ سال سے سعودی عرب میں فقہ حنبلی نافذ ہے تب بھی کوئی محاذ آرائی نہیں

ہے۔ پاکستان میں فقہ حنفی تھی اور ہے یہاں پر بھی کبھی کسی شافعی یا مالکی یا حنبلی نے کوئی جھگڑا نہیں کھڑا کیا اور اگر اس مسلک کے حاملین یہاں آتے ہیں تو حنفی لوگ کھلے دل سے ان کو برداشت کرتے ایک دوسرے کے خلاف نہ محاذ آرائی ہوتی ہے نہ فتوے بازی۔ پس جب ہر علاقے میں وہاں کا متواتر مذہب چلے گا اور دوسرے حضرات کے لیے اپنے اپنے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی برقرار رہے گی تو فرقہ واریت تو کجا اختلاف بھی نہیں ہوگا جیسا کہ اب سعودی عرب میں حنفیوں اور حنبلیوں کے درمیان کوئی محاذ آرائی نہیں ہے۔

ثالثاً گزارش یہ ہے کہ اگر ماہرین شریعت کی قدیم تحقیق کا ان جدید محققین کو پابند نہ کیا جائے ہر ایک اپنی سوچ، اپنے فکر اور اپنے ذہن کے مطابق آزادانہ تحقیق کرے تو جتنے جدید محقق ہوں گے اتنے نئے مذہب بن جائیں گے اور چار فقہوں کو ختم کرتے کرتے ہزاروں جدید فقہیں بناڈالیں گے اور آئمہ اربعہ کے اختلاف سے بچتے بچتے ہزاروں جدید محققین کے درمیان اختلافات کھڑے ہو جائیں گے جو صرف اجتہادی اختلاف نہیں بلکہ فرقہ واریت اور باہمی مخالفت کی مکروہ ترین شکل ہوگی۔ اسی لیے حکیم الامت علامہ اقبال کی یہ نصیحت آب زر سے لکھنے کے لائق ہے ؎

زاجتہاد عالماں کوتاہ نظر اقتداءِ رفتگاں محفوظ تر

فرقہ واریت کی قسمیں :

ایک قابل غور بات یہ ہے کہ فرقہ واریت کی کئی قسمیں ہیں۔ سیاسی فرقہ واریت، لسانی فرقہ واریت، قومی فرقہ واریت، وطنی فرقہ واریت، مذہبی فرقہ واریت، صنفی و حرفتی فرقہ واریت یعنی ہر قسم و صنف کے لوگوں نے اپنی الگ الگ جتھہ بندی کر کے اپنے اپنے مفادات کی جنگ شروع کر رکھی ہے۔ ان میں سے زیادہ خطرناک فرقہ واریت کی پہلی چار قسمیں ہیں کیونکہ صنفی فرقہ واریت کے نتیجہ میں اپنی گروہی مفادات کی خاطر زیادہ سے زیادہ احتجاج، ہڑتال، جلسے جلوس ہو جائیں گے اور مذہبی فرقہ واریت کے نتیجہ میں جلسے جلوس احتجاج ہڑتال کے علاوہ جُدا مساجد و مدارس بن جائیں گے ایک دوسرے کے خلاف جلسے کرلیں گے لیکن فرقہ واریت کی پہلی چار قسمیں تو اتنی خطرناک ہیں کہ ان سے تو ملکوں کے نقشے اور ملکوں کے جغرافیے بدل جاتے ہیں۔ پاکستان کا جغرافیہ بدل گیا جو کبھی مغربی پاکستان ہوتا تھا اب وہی کُل پاکستان بن گیا جبکہ مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بن گیا جس میں بلاشبہ ہزاروں مسلمان شہید ہوئے۔ ۹۰ ہزار فوج دشمن کی قید میں چلی گئی اور پوری دنیا کے سامنے اس سیاسی، لسانی، وطنی، قومی فرقہ واریت نے پاکستانی قوم کو ذلیل اور رُسوا کر دیا اور سر شرم سے جُھک گئے۔ قائد اعظم محمد علی جناح لیاقت علی خان جیسے عظیم لوگ سیاسی فرقہ واریت کی بھینٹ چڑھ گئے کتنے گولیوں کے نشانہ بن گئے کتنی عزتیں پامال ہوئیں کتنے جانی و مالی نقصانات ہوئے اور کتنے سیاسی حریف ہیں جو انتقام کا نشانہ بنے اور

کتنے سیاسی حریف ہیں جو بے قصور ہونے کے باوجود جیلوں میں پڑے ہیں اور ظلم وستم کی چکی میں پس رہے ہیں اور محض اپنے سیاسی دشمنوں سے انتقام لینے کے لیے کتنے جھوٹے ڈرامے رچائے جاتے ہیں اور جھوٹی کہانیاں بنائی جاتی ہیں لیکن حکومت اس خطرناک فرقہ واریت کو ختم کرنے کے لیے حکومتی وسائل استعمال نہیں کرتی۔ ایک مذہبی فرقہ واریت ہی ہے جو ان کو نظر آتی ہے وہ اسی کی مذمت کرتی ہیں اسی کو ختم کرنے کے پروگرام بناتی ہیں ان کو تمام برائیاں اسی کے اردگرد گھومتی نظر آتی ہیں۔ کیا ان کو فرقہ واریت کی مکروہ ترین اور خطرناک ترین قسموں کے مہلک تباہ کن نتائجِ بد نظر نہیں آتے۔ اصل بات یہ ہے کہ دین دشمن عناصر کی مدت سے کوشش ہے کہ علماء اسلام اور دین کے قلعے یعنی اسلامی مدارس کو مذہبی فرقہ واریت اور دہشت گردی کے حوالے سے اتنا بدنام کر دیا جائے کہ عوام الناس مدارس اسلامیہ اور علماء اسلام سے اتنے بدظن ہو جائیں اور مدارس اور اہلِ مدارس سے اتنے دور ہو جائیں کہ وہ تعاون بھی چھوڑ دیں اور علماء دین سے دور ہو کر خود بھی بے دین ہو جائیں اور لوگ بے دینی اور بدنامی کے خوف سے اپنے بچوں کو دینی تعلیم دلانا چھوڑ دیں۔ درحقیقت فرقہ واریت کا یہ پروپیگنڈا اس تسلسل کا حصہ ہے جو مشرکین مکہ نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف فرقہ واریت کا اور قریش کو آپس میں لڑانے کا پروپیگنڈا کیا تھا لیکن نہ وہ اوائل زمانے کے دین دشمن اپنے مکروہ عزائم میں کامیاب ہوئے نہ اخیر زمانہ کے یہ دشمن کامیاب ہوں گے۔ بس دُعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ علماء اسلام کو خصوصاً اہل مدارس اور اہل مساجد کو اخلاص وتقویٰ، علم وفہم اور ہمت واستقامت کی قوت ودولت سے مالا مال فرمائیں۔ آمین ثم آمین بجاہ رسول رب العالمین۔

☆☆☆☆☆

شرعی اصول کے مطابق سونے کے زیورات بنانے کا قابلِ اعتماد ادارہ

دلشاد گولڈ سمتھ

ہمارے یہاں سونے کی فینسی اور جدید ڈیزائن کے مطابق چوڑیاں تیار کی جاتی ہیں۔
نیز آرڈر پر عروسی زیورات منفرد اور جدید ڈیزائن میں فیکٹری ریٹ پر بنائے جاتے ہیں

پروپرائٹر:۔ شیخ فیروز الدین۔ محمد اعزاز

محمد گولڈ سنٹر عقب سنگھار سنٹر، فسٹ فلور دھوبی منڈی
پرانی انارکلی لاہور فون: 7240181

۱۵ رشعبان المبارک

دُعائے مشائخ درشب براءت

مشائخ سے شبِ براءت کے سلسلہ میں ایک دُعا منقول ہے جو پندھوریں شب کو کی جاتی ہے ۔مولانا سید عبدالحیؒ سابق ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ (والد بزرگوار حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ) نے اس پر کچھ روشنی ڈالی ہے ۔وہ لکھتے ہیں کہ :

''شعبان کی پندرھویں شب کو نماز پڑھنا اور دن کو روزہ رکھنا مسنون ہے ۔حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مبارک شب میں آسمان دُنیا سے غروب آفتاب سے صبح صادق تک تجلی فرماتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے کہ جو شخص اپنے گناہوں کو بخشوانا چاہتا ہے وہ آئے میں اُس کے گناہوں کو بخش دوں گا ۔جو شخص رزق حاصل کرنا چاہتا ہے میں اُس کو روزی دوں گا ۔جو کسی مصیبت میں مبتلا ہو اُس کو تندرست کروں گا''۔

بزرگوں سے ثابت ہے کہ وہ شب براءت کو نمازِ مغرب کے بعد سُورہ یٰسین تین بار پڑھتے ہیں ۔اول بار عمر درازی کی نیت سے، دوسری بار بلاؤں کے دفع کرنے کے واسطے، تیسری بار خدا کے سوا کسی اور کا محتاج نہ ہونے کے لیے اور ہر بار سُورہ یٰسین کے بعد ذیل کی دُعا ایک بار پڑھتے ہیں ۔اِس دُعاء کی برکت سے اللہ تعالیٰ اُن کی حاجت روائی فرماتا ہے اور سال بھر تک تمام مصیبتوں سے محفوظ رکھتا ہے ۔مجھ کو مشائخ سے دُعا پہنچی ہے میں تمام مسلمانوں کو جو اس کے پڑھنے کے خواہش مند ہوں اجازت دیتا ہوں ۔

احقر نفیس الحسینی

اَللّٰھُمَّ یَاذَاالْمَنِّ وَلَا یُمَنُّ عَلَیْکَ یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَاذَاالطَّوْلِ وَالْاِنْعَامِ لَآاِلٰهَ اِلَّآاَنْتَ ظَھْرَاللَّاجِئِیْنَ وَجَارَ الْمُسْتَجِیْرِیْنَ وَاَمَانَ الْخَائِفِیْنَ اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ کَتَبْتَنِیْ عِنْدَ کَ فِیْ اُمِّ الْکِتَابِ شَقِیًّا اَوْ مَحْرُوْماً اَوْ مَطْرُوْدًا اَوْ مُقْتَرًا عَلَیَّ فِی الرِّزْقِ فَامْحُ اَللّٰھُمَّ بِفَضْلِکَ شَقَاوَتِیْ وَحِرْمَانِیْ وَطَرْدِیْ وَ اقْتَارِ رِزْقِیْ وَاَثْبِتْنِیْ عِنْدَکَ فِیْ اُمِّ الْکِتَابِ سَعِیْداً مَّرْ زُوْقًا

مُوَفَّقاً لِلْخَیْرَاتِ فَاِنَّکَ قُلْتَ وَقَوْلُکَ الْحَقُّ فِیْ کِتَابِکَ الْمُنَزَّلِ عَلٰی لِسَانِ نَبِیِّکَ الْمُرْسَلِ یَمْحُوا اللّٰہُ مَایَشَآءُ وَ یُثْبِتُ وَعِنْدَ ہٗ اُمُّ الْکِتَابِ اِلٰھِیْ بِالتَّجَلِّی الْاَ عْظَمِ فِیْ لَیْلَۃِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ الْمُکَرَّمِ الَّتِیْ یُفْرَقُ فِیْھَا کُلُّ اَمْرٍ حَکِیْمٍ وَّیُبْرَمُ اَنْ تَکْشِفَ عَنَّا مِنَ الْبَلَاءِ مَانَعْلَمُ وَمَا لَا نَعْلَمُ وَمَا اَنْتَ بِہٖ اَعْلَمُ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَکْرَمُ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: ''اے اللہ! اے احسان فرمانے والے، تجھ پر احسان نہیں کیا جاتا۔ اے عزت اور بزرگی والے۔ اے قدرت اور انعام والے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو پناہ لینے والوں اور امان طلب کرنے والوں اور ڈرے ہوؤں کی پناہ ہے۔ اے اللہ! اگر تو نے اپنی کتابِ تقدیر میں میرا بد بخت ہونا یا نامُراد یا مردود ہونا یا میرے رزق کا تنگ ہونا لکھا ہے تو اے اللہ اپنے فضل سے میری بدبختی اور میری محرومی اور میری نامُرادی اور میرے رزق کی تنگی کے فیصلے کو مٹا دے اور اپنی کتاب میں میرے لیے نیک بخت ہونے، کشادہ رزق پانے اور نیکیوں کی توفیق پانے کا فیصلہ لکھ دے۔ کیونکہ تو نے اپنے بھیجے ہوئے نبی ﷺ پر نازل کردہ کتاب میں فرمایا ہے اور تو سچ ہی فرماتا ہے کہ اللہ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہتا ہے لکھ دیتا ہے اور اسی کے پاس کتابِ تقدیر ہے۔ اے اللہ! تجھ سے اُس تجلی کے واسطے سے (سوال کرتا ہوں) جو شعبان کی پندرھویں رات میں (جس میں ہر حکمت والے معاملے کا فیصلہ کیا جاتا ہے) نازل ہوتی ہے کہ تو ہم سے ہر مصیبت ٹال دے جو ہم جانتے ہیں اور جو ہم نہیں جانتے اور جس کو تو زیادہ جانتا ہے۔ بے شک تو ہی عزت و بزرگی والا ہے اور درُود و سلام ہو ہمارے آقا محمد ﷺ اور آپ کی آل اور اصحاب پر''۔

باب : ۸ قسط : ۱۴

دینی مسائل

☆

﴿ نجاستوں کا بیان ﴾

کپڑے، بدن یا کسی اور چیز کو لگنے والی نجاست کو ''نجاستِ حقیقیہ'' کہتے ہیں۔

نجاستِ حقیقیہ کی دو قسمیں ہیں :

نجاستِ غلیظہ :

وہ جس کی نجاست زیادہ سخت ہے اور اس کی معاف مقدار تھوڑی ہے اس کو ''نجاست غلیظہ'' کہتے ہیں۔

خون اور آدمی کا پاخانہ، پیشاب، منی اور شراب، کتے، بلی کا پاخانہ اور پیشاب، سور کا گوشت اور اس کے بال و ہڈی وغیرہ یعنی اس کی ساری چیزیں، گھوڑے، گدھے، خچر کی لید اور گائے، بیل، بھینس وغیرہ کا گوبر اور بکری بھیڑ کی مینگنی غرض کہ سب حرام اور حلال جانوروں کا پاخانہ، مُرغی، بطخ اور مُرغابی کی بیٹ، گدھے خچر اور سب حرام جانوروں کا پیشاب یہ سب چیزیں نجاستِ غلیظہ ہیں۔ چھوٹے دودھ پیتے بچے کا پیشاب، پاخانہ بھی نجاستِ غلیظہ ہیں۔

نجاستِ خفیفہ :

وہ جس کی نجاست ذرا کم اور ہلکی ہے اور اس کی معاف مقدار زیادہ ہے۔ اس کو ''نجاست خفیفہ'' کہتے ہیں۔

حرام پرندوں کی بیٹ اور حلال جانوروں کا پیشاب جیسے بکری، گائے، بھینس وغیرہ اور گھوڑے کا پیشاب نجاستِ خفیفہ ہیں۔

مسئلہ : نجاست غلیظہ جس پانی میں پڑ جائے وہ بھی ''نجس غلیظ'' ہو جاتا ہے اور نجاست خفیفہ پڑ جائے تو وہ پانی بھی ''نجس خفیف'' ہو جاتا ہے چاہے کم پڑے یا زیادہ۔

مسئلہ : مرغی، بطخ، مرغابی کے سوا اور حلال پرندوں کی بیٹ پاک ہے جیسے کبوتر، چڑیا، مینا وغیرہ اور چمگادڑ کا پیشاب اور بیٹ بھی پاک ہے۔

مسئلہ : مچھلی کا خون نجس نہیں ہے اگر لگ جائے تو کچھ ہرج نہیں۔ اسی طرح مکھی، کھٹمل، مچھر کا خون بھی نجس نہیں ہے

مسئلہ : اگر پیشاب کی چھینٹیں سوئی کی نوک کے برابر پڑ جائیں کہ جب تک غور سے نہ دیکھیں دکھائی نہ دیں تو

اس کا کچھ ہرج نہیں۔ دھونا واجب نہیں لیکن اگر دھولیں تو بہتر ہے۔

نجاستوں کا حکم :

نجاست غلیظہ میں سے اگر پتلی اور بہنے والی چیز کپڑے یا بدن پر لگ جائے اور وہ اگر پھیلاؤ میں ایک درہم یعنی ہتھیلی کے گہراؤ (پونے تین سم قطر) کے پھیلاؤ یعنی 5.94 مربع سم کے رقبے کے برابر یا اس سے کم ہو تو معاف ہے یعنی اس کو دھوئے بغیر اگر نماز پڑھ لے تو نماز ہو جائے گی لیکن نہ دھونا اور اسی طرح نماز پڑھتے رہنا مکروہ اور بُرا ہے۔ اور اگر مذکورہ پھیلاؤ سے زیادہ ہو تو وہ معاف نہیں اُس کو دھوئے بغیر نماز نہ ہوگی اور اگر نجاست غلیظہ میں سے گاڑھی چیز لگ جائے پاخانہ اور مرغی وغیرہ کی بیٹ تو اگر وزن میں ایک درہم یعنی ساڑھے چار ماشہ یعنی 4.35 گرام یا اس سے کم ہو تو دھوئے بغیر نماز درست ہے اگرچہ اس کا پھیلاؤ کم ہو یا زیادہ ہو اور اگر اس سے زیادہ وزن لگ جائے تو دھوئے بغیر نماز درست نہیں

اگر نجاست خفیفہ کپڑے یا بدن پر لگ جائے تو جس حصے یا عضو میں لگی ہے اگر اس کے چوتھائی سے کم میں لگی ہو تو معاف ہے اور اگر پورا چوتھائی یا اس سے زیادہ ہو تو معاف نہیں۔ یعنی اگر آستین میں لگی ہے تو آستین کی چوتھائی سے کم ہو۔ اُگر کلی میں لگی ہے تو اس کی چوتھائی سے کم ہو۔ اگر دوپٹہ میں لگی ہے اس کی چوتھائی سے کم ہو تب معاف ہے۔ اسی طرح اگر نجاست خفیفہ ہاتھ میں لگی ہو تو ہاتھ کی چوتھائی سے کم ہو تب معاف ہے اسی طرح اگر ٹانگ میں لگ جائے تو اس کی چوتھائی سے کم ہو تب معاف ہے۔ غرضیکہ جس عضو میں لگے اس کی چوتھائی سے کم ہو اور اگر پورا چوتھائی ہو تو معاف نہیں اور اس کا دھونا واجب ہے یعنی دھوئے بغیر نماز درست نہیں۔

مسئلہ : کپڑے میں نجس تیل لگ گیا اور ہتھیلی کے گہراؤ (پونے تین سم قطر کے پھیلاؤ) سے کم ہے لیکن وہ ایک دن میں پھیل کر زیادہ ہو گیا تو جب تک پونے تین سم قطر کے پھیلاؤ سے زیادہ نہ ہو معاف ہے اور جب بڑھ گیا تو معاف نہیں رہا۔ اب اس کا دھونا واجب ہے۔ دھوئے بغیر نماز نہیں ہوگی۔

نجاست لگی چیزوں کے پاک کرنے کا طریقہ :

جو چیزیں خود تو نجس نہیں لیکن نجاست کے لگنے کی وجہ سے ناپاک ہو گئیں ان کے پاک کرنے کے یہ طریقے ہیں :

(۱) دھونا :

پانی اور پانی کی طرح جو چیز پتلی اور پاک ہو اس سے نجاست کا دھونا درست ہے جیسے عرق گلاب، تربوز کا پانی سرکہ وغیرہ یعنی جن سے کپڑا بھگو کر نچوڑیں تو نچڑ جائے۔ مستعمل پانی سے بھی نجاست دور کرنا جائز ہے۔

جس چیز میں چکنائی ہو اور جو نچڑ نہ سکے جیسے گھی، تیل، دودھ وغیرہ اس سے دھونا درست نہیں۔ اس کے استعمال کے باوجود وہ چیز ناپاک رہے گی۔

اگر نجاست ایسی ہو کہ نجاست چُھوٹ جانے اور سادہ ٹھنڈے پانی کے ساتھ کئی دفعہ کے دھونے کے باوجود اس کا اثر یعنی رنگ اور بو یا تو سرے سے دور نہ ہوتا ہو یا صابن وغیرہ کے استعمال سے ہی دور ہوتا ہو ویسے نہ ہوتا ہو تو صابن کا استعمال ضروری نہیں۔

اور اگر سادہ پانی کے استعمال سے ہی نجاست کا اثر بھی دور ہو جاتا ہے تو اتنا دھوئے کہ نجاست بھی چھوٹ جائے اور دھبہ بھی جاتا رہے۔

تنبیہ: اگر نجاست پہلی ہی دفعہ کے دھونے میں چُھوٹ جائے تو دو مرتبہ اور دھو لینا بہتر ہے۔ اگر دو مرتبہ میں چُھوٹی تو ایک مرتبہ اور دھوئے۔ غرض یہ کہ تین بار پورے کر لینا بہتر ہے۔

(۲) پونچھنا :

آئینہ کا شیشہ، چھری، چاقو، چاندی، سونے کے زیورات، پیتل، تانبے، لوہے، گلٹ، شیشے وغیرہ کی چیزیں اگر نجس ہو جائیں تو خوب پونچھ لینے اور رگڑ دینے یا مٹی سے مانجھ ڈالنے سے پاک ہو جاتی ہیں۔ لیکن اگر نقشین یا کھردری چیزیں ہوں تو دھوئے بغیر پاک نہ ہوں گی۔

دھونے اور پونچھنے سے متعلق تفصیل :

نجاست دو طرح کی ہوتی ہے۔

(1) جو سوکھنے کے بعد بھی نظر آتی ہے یعنی گاڑھی نجاست جیسے پاخانہ اور خون۔

(2) جو سوکھنے کے بعد نظر نہیں آتی یعنی پتلی نجاست جیسے پیشاب وغیرہ۔

پھر جن چیزوں پر نجاست لگے ان کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) وہ چیزیں جو نجاست کو بالکل بھی جذب نہیں کرتیں جیسے لوہے، تانبے وغیرہ کے برتن اور ہر قسم کی دھات کے زیور۔

(۲) وہ چیزیں جو قلیل نجاست کو جذب کرتی ہیں مثلاً جوتی، چمڑے کا موزہ اور بدن وغیرہ۔

(۳) وہ چیزیں جو کثیر نجاست کو جذب کرتی ہیں جیسے کپڑے وغیرہ۔

(۱) جو چیزیں نجاست کو بالکل جذب نہیں کرتیں مثلاً برتن زیور وغیرہ۔

(i) اگر ان پر گاڑھی نجاست لگی ہو تو نجاست کو زائل کرنے سے وہ چیزیں پاک ہو جاتی ہیں ۔ پھر اگر وہ برتن وغیرہ ہموار ہوں تو ان کے پاک کرنے کے دو طریقے ہیں

(الف) کپڑے یا مٹی ان کو خوب پونچھ لیا جائے یا رگڑ لیا جائے ۔

(ب) پانی سے اتنا دھویا جائے کہ وہ نجاست دور ہو جائے ۔

اور اگر وہ برتن وغیرہ نقشین یا کھردرے ہوں تو ان کو پاک کرنے کا طریقہ صرف یہ ہے کہ ان کو دھویا جائے یہاں تک کہ نجاست بالکل دور ہو جائے اور نظر نہ آئے ۔ ایسے برتنوں اور زیور کو پونچھنا مفید نہ ہوگا کیونکہ نجاست نقوش کے درمیان ریخوں میں جم جائے گی ۔

(ii) اگر ان پر پتلی نجاست لگی ہو تو خواہ برتن ہموار ہو یا نقشین و کھردرا ہو دونوں صورتوں میں پاک کرنے کے لیے تین مرتبہ دھوئے اور ہر مرتبہ دھو کر اتنی دیر ٹھہرے کہ برتن وغیرہ سے پانی ٹپکنا بند ہو جائے ۔

(۲) جو چیزیں قلیل نجاست کو جذب کرتی ہیں جیسے جوتی ، موزہ وغیرہ ۔

(i) اگر ان پر گاڑھی نجاست لگی ہو جیسے گوبر ، پاخانہ ، خون وغیرہ تو جوتی موزہ کو زمین پر خوب گھس کر نجاست چھڑا ڈالنے سے پاک ہو جاتا ہے اور اگر اتنا پانی بہالے کہ نجاست دور ہو جائے تو اس سے بھی پاک ہو جائے گا اور اگر اتنا پانی بہالے کہ نجاست دور ہو جائے تو اس سے بھی پاک ہو جائے گا ۔

(ii) اگر ان پر پتلی نجاست لگی ہو مثلاً پیشاب وغیرہ تو صرف تین مرتبہ دھونا پڑے گا ، ہر مرتبہ سکھانے کی ضرورت نہیں ۔

البتہ اگر جوتی موزہ نجاست میں اتنی دیر پڑا رہے کہ وہ نجاست کو خوب جذب کر لے تو پھر اس کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو پانی میں خوب اچھی طرح بھگو کر چھوڑ دے جب پانی ٹپکنا بند ہو جائے تو پھر اسی طرح دھوئے اور ٹھہرے ، ایسا تین مرتبہ کرے ۔

(۳) جو چیزیں کثیر نجاست کو جذب کرتی ہیں جیسے کپڑا وغیرہ ۔

(i) اگر ان پر گاڑھی نجاست لگی ہو تو اس کو اتنا دھویا جائے کہ نجاست دور ہو جائے ۔ اگر محض پانی کے ساتھ دھونے سے نجاست کا دھبہ بھی چھوٹ جاتا ہے تو اتنا دھوئے کہ دھبہ بھی چھوٹ جائے اور اگر محض پانی سے نہیں چھوٹتا تو اس کو چُھڑانے کے لیے صابن وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے تو صابن سے دھبہ کو چُھڑانا ضروری نہیں ۔ دھبہ لگا بھی رہے تب بھی کپڑا پاک ہو جائے گا ۔

(ii) اگر پتلی نجاست لگی ہو تو اگر وہ چیزیں نچڑ سکتی ہوں تو ہر مرتبہ نچوڑے اور تیسری مرتبہ پوری طاقت لگا کر خوب زور سے نچوڑے تب پاک ہوگا۔ اگر خوب زور سے نہ نچوڑے گا تو کپڑا پاک نہ ہوگا۔

اور اگر وہ ایسی چیز ہے جس کو نچوڑ نہیں سکتے جیسے قالین، دری، کمبل، گدا وغیرہ تو اس کے پاک کرنے طریقہ یہ ہے کہ تین دفعہ دھوئے اور ہر دفعہ دھو کر ٹھہر جائے۔ جب پانی ٹپکنا بند ہو جائے تو پھر دھوئے اس کے پاک ہونے کے لیے تین دفعہ ایسا کرنا شرط ہے۔

البتہ اگر معلوم ہو کہ دری، قالین وغیرہ نے نجاست کو جذب نہیں کیا صرف اوپر ہی اوپر لگی ہے تو ازالہ سے یا تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جائے گا۔ ہر مرتبہ اتنا ٹھہرنا کہ قطرے ٹپکنا موقوف ہو جائیں اس کی ضرورت نہیں۔

تنبیہ : تین دفعہ دھونے اور نچوڑنے وغیرہ کا مسئلہ اس وقت ہے جب تھوڑے پانی سے دھویا جائے۔ اگر کھلا پانی ہو مثلاً کھلے نلکے کے نیچے کپڑے کو رکھ دیا یا نہر میں ڈال دیا اور اتنا پانی اس پر سے بہہ گیا کہ اطمینان ہو گیا کہ نجاست دور ہو گئی ہو گی تو کپڑا پاک ہو جائے گا، نچوڑنے کی بھی ضرورت نہیں۔

مسئلہ : نجس مہندی ہاتھوں پیروں میں لگائی تو تین دفعہ خوب دھو ڈالنے سے ہاتھ پیر پاک ہو جائیں گے۔ رنگ کا چھڑانا واجب نہیں۔

مسئلہ : ناپاک رنگ اگر جسم یا کپڑے میں لگ جائے یا بال اس ناپاک رنگ سے رنگین ہو جائیں تو صرف اس قدر دھونا کہ پانی صاف نکلنے لگے کافی ہے اگرچہ رنگ دُور نہ ہو۔

مسئلہ : ایسی ناپاک چیز جو چکنی ہو جیسے تیل، گھی، مُردار کی چربی اگر کسی چیز میں لگ جائے اور اس قدر دھوئی جائے کہ پانی صاف نکلنے لگے تو پاک ہو جائے گی اگرچہ اس ناپاک چیز کی چکناہٹ باقی ہو۔

مسئلہ : اگر کورا برتن نجس ہو جائے اور وہ برتن نجاست کو چوس لے تو فقط دھونے سے پاک نہ ہوگا بلکہ اس میں پانی بھر دے۔ پھر جب نجاست کا اثر پانی میں آجائے تو گرا کر پھر بھر دے۔ اسی طرح مسلسل کرتا رہے۔ جب نجاست کا نام و نشان بالکل جاتا رہے۔ رنگ باقی رہے نہ بدبو تب پاک ہوگا۔

مسئلہ : شہد، شیرہ، گھی یا تیل ناپاک ہو گیا ہو تو جتنا تیل وغیرہ ہو، اتنا یا اس سے زیادہ پانی ڈال کر پکائے جب پانی جل جائے تو پھر پانی ڈال کر پکائے اسی طرح تین دفعہ کرنے سے پاک ہو جائے گا یا یوں کرو کہ جتنا گھی تیل ہو اتنا ہی پانی ڈال کر ہلاؤ جب وہ پانی کے اوپر آجائے تو کسی طرح اٹھا لو۔ اسی طرح تین دفعہ پانی ملا کر اُٹھاؤ تو پاک ہو جائے گا۔ اور گھی اگر جم گیا ہو تو پانی ڈال کر آگ پر رکھ دو جب پگھل جائے تو اس کو نکال لو۔

(۳) خشک ہو کر اُس کا اثر جاتے رہنا :

زمین پر نجاست پڑگئی پھر ایسی سوکھ گئی کہ نجاست کا نشان بالکل جاتا رہا، نہ تو نجاست کا دھبہ ہے نہ بدبو آتی ہے تو اس طرح سُوکھ جانے سے زمین پاک ہو جاتی ہے لیکن ایسی زمین پر تیمم کرنا درست نہیں البتہ نماز پڑھنا درست ہے۔ جو اینٹیں یا پتھر، چونا یا گارے سے زمین میں خوب جما دیئے گئے ہوں کہ بے کھودے زمین سے جدا نہ ہو سکیں ان کا بھی یہی حکم ہے کہ سُوکھ جانے اور نجاست کا نشان نہ رہنے سے پاک ہو جائیں گے۔

مسئلہ : جو اینٹیں زمین پر فقط بچھا دی گئی ہوں چونا یا گارے سے ان کی جڑائی نہیں کی گئی ہے تو وہ سوکھنے سے پاک نہ ہوں گی اُن کو دھونا پڑے گا۔

مسئلہ : زمین پر جمی ہوئی گھاس بھی سوکھنے اور نجاست کا نشان جاتے رہنے سے پاک ہو جاتی ہے اگر کٹی ہوئی گھاس ہو تو بغیر دھوئے پاک نہ ہوگی۔

(۴) جلانا :

مسئلہ : نجس چاقو، چھری یا مٹی اور تانبے وغیرہ کے برتن اگر دہکتی آگ میں ڈال دیئے جائیں تو بھی پاک ہو جاتے ہیں۔

مسئلہ : نجس مٹی سے جو برتن کمہار نے بنائے تو جب تک وہ کچے ہیں ناپاک ہیں، جب پکائے گئے تو پاک ہو گئے۔

مسئلہ : تنور اگر نجس پانی یا پیشاب لگنے سے ناپاک ہو جائے تو اس میں آگ جلانے سے پاک ہو جائے گا بشرطیکہ گرم ہونے کے بعد نجاست کا اثر نہ رہے۔

(۵) حقیقت کا بدل جانا :

مسئلہ : گوبر کے کنڈے اور لید وغیرہ نجس چیزوں کی راکھ پاک ہے اور ان کا دُھواں بھی پاک ہے۔ روٹی میں لگ جائے تو کچھ حرج نہیں۔

مسئلہ : ناپاک تیل یا چربی کا صابن بنالیا جائے تو پاک ہو جائیگا۔

مسئلہ : شراب جب سرکہ بن جائے تو پاک ہو جاتی ہے۔

مسئلہ : کوئی جانور نمک کی کان میں گر کر نمک بن جائے یا کسی کنویں یا حوض میں گر کر مٹی کے ساتھ مٹی ہو جائے تو پاک ہے۔

(۶) چمڑے کا دباغت سے پاک ہونا :

آدمی اور خنزیر کے سوا ہر مُردہ جانور کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔ آدمی کی کھال اس کے احترام کی وجہ سے اور خنزیر کی کھال اس کے نجس العین ہونے کی وجہ سے پاک نہیں ہوتی۔

(۷) ذبح سے پاک ہونا :

جس جانور کا چمڑا دباغت سے پاک ہو جاتا ہے ذبح سے بھی پاک ہو جاتا ہے بشرطیکہ شرعی ذبح ہو۔ البتہ گوشت و چربی میں ترجیح اس کو ہے کہ وہ ذبح سے پاک نہیں ہوتی۔

(۸) مَلنا کُھرچنا :

منی اگر کپڑے پر لگ جائے تو اگر تر ہے تو دھونا واجب ہے اور اگر کپڑے کو لگ کر خشک ہو گئی تو اس کو مل کر کھرچ دینا بھی کافی ہے اگرچہ بیماری کی وجہ سے پتلی ہو گئی ہو۔ یہ حکم اس وقت ہے جب پیشاب کی نلی کا سرا اس سے پہلے پاک ہو پیشاب نہ لگا ہو۔

مسئلہ : منی اگر بدن کو لگ جائے تو اس کا بھی یہ حکم ہے کہ اگر خشک ہو گئی ہو تو کُھرچ دینے سے بدن پاک ہو جاتا ہے اور تر ہو تو دھونا ضروری ہے۔

(۹) رگھسنا اور رگڑنا :

چمڑے کے موزہ پر اگر نجاست لگ جائے اور وہ نجاست جسم دار ہے جیسے پاخانہ، لید، گوبر اور منی وغیرہ۔ اگر وہ خشک ہو جائے تو رگھسنے یا رگڑنے سے موزہ پاک ہو جائے گا اور اگر تر ہے تو دھونے کے طریقے کے علاوہ اگر اس کو اچھی طرح پونچھ لیا اور گھس لیا کہ نجاست کا کچھ اثر یعنی رنگ و بو باقی نہ رہے تو پاک ہو جائے گا۔ اور اگر نجاست پتلی ہو جیسے پیشاب وغیرہ تو اگر گیلے ہی پر مٹی راکھ یا ریت ڈال کر اس کو رگڑ دیں اور اچھی طرح پونچھ دیں تو پاک ہو جائے گا۔

متفرقات :

مسئلہ : اگر ٹوٹے ہوئے دانت کو جو ٹوٹ کر علیحدہ ہو گیا ہو اس کی جگہ پر رکھ کر جما دیا جائے خواہ پاک چیز سے یا ناپاک چیز سے اور اسی طرح اگر کوئی ہڈی ٹوٹ جائے اور اس کے بدلے کوئی ناپاک ہڈی رکھ دی جائے یا کسی زخم میں کوئی ناپاک چیز بھر دی جائے اور وہ اچھا ہو جائے تو اس کو نکالنا نہ چاہئے بلکہ وہ خود بخود پاک ہو جائے گا۔

مسئلہ : ناپاک زمین پر مٹی وغیرہ ڈال کر نجاست چھپا دی جائے اس طرح کہ نجاست کی بو نہ آئے تو مٹی کے

اوپر کا حصہ پاک ہے۔

مسئلہ : گندے اور نجس پانی کو اگر مشینوں سے صاف وشفاف بنالیا جائے تب بھی وہ نجس ہی رہے گا پاک نہیں ہوگا۔

مسئلہ : کپڑا ڈرائی کلین کرانے میں اگر کسی دلیل سے گمان غالب یا یقین ہو کہ دوسرا کوئی کپڑا ناپاک تھا تو اپنا کپڑا بھی ناپاک ہو جائے گا اور اگر محض شک ہے کہ شاید کوئی دوسرا کپڑا ناپاک ہو تو اپنا کپڑا اپنی حالت پر رہے گا۔ اگر پہلے سے پاک تھا تو اب بھی پاک ہوگا اور اگر پہلے ناپاک تھا تو ڈرائی کلین کے بعد بھی ناپاک ہوگا۔

اگر واشنگ مشین میں کپڑے دھوئے اور معلوم ہے کہ ان میں کوئی کپڑا ناپاک تھا تو صابن ڈال کر دھونے میں سب کپڑے نجس ہو جائیں گے۔ لیکن پھر بعد میں اگر ہر کپڑے کو علیحدہ علیحدہ تین مرتبہ صاف پانی سے دھویا اور ہر مرتبہ کپڑے کو اچھی طرح نچوڑا تو کپڑے پاک ہو جائیں گے یا کپڑے کو نل کے نیچے رکھ کر اس پر اتنا پانی بہادیا کہ اطمینان ہو گیا کہ نجاست زائل ہو گئی ہو تو تب بھی کپڑے پاک ہو جائیں گے۔

مسئلہ : مُردار کی کھال کو جب دھوپ میں سُکھا ڈالیں یا کچھ دوا وغیرہ لگا کر درست کرلیں تو پاک ہو جاتی ہے۔ اس پر نماز پڑھنا درست ہے اور مشکیزہ وغیرہ بنا کر اس میں پانی رکھنا بھی درست ہے۔ لیکن سُور کی کھال پاک نہیں ہوتی اور سب کھالیں پاک ہو جاتی ہیں مگر آدمی کی کھال سے کام لینا اور برتنا بہت گناہ ہے۔

مسئلہ : مُردار کے بال، سینگ، ہڈی اور دانت یہ سب چیزیں پاک ہیں۔ اگر پانی میں پڑ جائیں تو نجس نہ ہوگا البتہ ہڈی اور دانت وغیرہ پر اس مُردار جانور کی کچھ چکنائی وغیرہ لگی ہو تو وہ نجس ہے اور پانی بھی نجس ہو جائے گا۔

مسئلہ : آدمی کی بھی ہڈی اور بال پاک ہیں لیکن ان کو برتنا اور کام میں لانا جائز نہیں بلکہ عزت سے کسی جگہ دفن کر دینا چاہیے۔

مسئلہ : فصد کے مقام یا کسی اور عضو کو جو خون پیپ کے نکلنے سے نجس ہو گیا ہو اور دھونا نقصان کرتا ہو تو تین تر دھجیوں سے پونچھ دینا بھی کافی ہے یہی دھونے کے برابر ہے۔ اور آرام ہونے کے بعد بھی دھونا ضروری نہیں۔

مسئلہ : ہاتھ میں کوئی نجس چیز لگی تھی اس کو کسی نے زبان سے تین دفعہ چاٹ لیا تو بھی پاک ہو جائے گا مگر چاٹنا منع ہے۔ یا عورت کی چھاتی پر بچے کی قے کا دودھ لگ گیا پھر بچے نے تین دفعہ چُوس کر پی لیا تو پاک ہو گیا۔

مسئلہ : نجس سُرمہ یا کاجل آنکھوں میں لگایا تو اُس کا پونچھنا اور دھونا واجب نہیں البتہ اگر پھیل کر آنکھ کے باہر آ گیا ہو تو دھونا واجب ہے۔

مسئلہ : کپڑا اور بدن فقط دھونے سے ہی پاک ہوتا ہے چاہے دل دار نجاست لگے یا بے دل کی کسی اور طرح پاک نہیں ہوتا۔ مگر سُوکھی منی کپڑے یا بدن میں لگی ہو تو خوب کھرچ کر مل ڈالنے سے پاک ہو جائے گا۔ بشرطیکہ منی نکلنے

(باقی صفحہ ۵۹)

صدائے سحر

شمس دیوبندی

اب تو اُٹھ جاؤ !

☆

اُٹھو جاگو مسلمانو ، سحر آواز دیتی ہے
مزاجِ وقت پہچانو ، سحر آواز دیتی ہے
بہت غفلت کی نیندیں سو چکے ہو اب تو اُٹھ جاؤ
متاعِ عقل و دانش کھو چکے ہو اب تو اُٹھ جاؤ
بہت دُنیا میں رُسوا ہو چکے ہو اب تو اُٹھ جاؤ
اُٹھو دیکھو کہ کیسے بہہ رہا ہے خونِ انسانی
زمیں پر رقص کرتی ہے اَجَل با حُکم شیطانی
یزیدوں نے گرا ڈالے ہیں کتنے قصرِ سُلطانی
اشارہ وقت کا پہچان لو تو اب بھی بہتر ہے
زمانے کی حقیقت جان لو تو اب بھی بہتر ہے
اگر میرا کہا ہی مان لو تو اب بھی بہتر ہے
نہیں اب وقت ذہنوں میں کوئی تفریق لانے کا
مخالف ہے تمہارا آج ہر تیور زمانے کا
نشانے پر ہے ہر تنکا تمہارے آشیانے کا
اُٹھو کہ اب تمہیں ہر اک گھڑی بے دار رہنا ہے
اُٹھو کہ سائے سے بھی اب بہت ہشیار رہنا ہے
اُٹھو کہ اب بہر صورت تمہیں تیار رہنا ہے
اُٹھو کہ باہمی رغبت و غم خواری ضروری ہے
اُٹھو کہ اپنے لوگوں سے وفاداری ضروری ہے
اُٹھو کہ نیند سے اب دست برداری ضروری ہے

یہ جھوٹے خواب کی رنگین ہم آغوشیاں کب تک
نشۂ مے ہستی میں رہیں گی مستیاں کب تک
حقیقت سے کروگے تم یوں ہی اٹھ کھیلیاں کب تک
اُٹھو کہ زندگی کو اِک نئی تشکیل دینی ہے
زمانے کو محبت کی حسیں تمثیل دینی ہے

عُمدہ اور فینسی جِلد سازی کا عظیم مرکز
نفِیس بُک بائنڈرز
NBB
ہمارے یہاں ڈائی دار اور لیمینیشن والی جِلد بنانے کا کام انتہائی معیاری طور پر کیا جاتا ہے
نیز قرآن مجید کی اعلیٰ قسم کی بکس والی جِلد بھی خوبصورت انداز میں بنائی جاتی ہے
مُناسب نِرخ پر معیاری جِلد سازی کے لئے رجُوع فرمائیں
فون

باب : ۳ قسط : ۱۹

فہم حدیث

☆

نبوت ورسالت

﴿حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر عبدالواحد صاحب﴾

نبوت کے دلائل :

ختم نبوت :

عن سعد بن ابی وقاص رضی اللّٰہ عنہ خلفہ علیہ السلام(ای علیا)فی بعض مغازیہ فقال لہ عَلِیٌّ یا رسول اللّٰہ خلفتنی مع النساء والصبیان فقال لہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اما ترضی ان تکون بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبوۃ بعدی (وفی البخاری) الا أنہ لانبی بعدی (بخاری و مسلم)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ایک جنگ کے موقع پر حضرت علیؓ کو (عورتوں اور بچوں کی دیکھ بھال کے لیے) پیچھے چھوڑ دیا (اور جنگ میں ساتھ لے کر نہ گئے) تو حضرت علیؓ نے آپ کی خدمت مین (حسرت سے) عرض کیا یارسول اللہ آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جارہے ہیں۔آپ نے (اُن کی تسلی کے لیے) فرمایا کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ تمہیں مجھ سے وہ نسبت حاصل ہو جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے حاصل تھی (اور اسی نسبت وتعلق ہی کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی عدم موجودگی کے زمانے میں اپنی قوم کی نگرانی کے لیے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کا انتخاب کیا تھا اسی طرح میں اپنی عدم موجودگی میں تمہارا انتخاب کرتا ہوں۔ لیکن حضرت ہارون علیہ السلام نبی بھی تھے اس لیے کسی کو کم فہمی سے وہم ہوسکتا تھا کہ شاید حضرت علیؓ کو نبوت بھی مل رہی ہو تو صاف صاف اس وہم کو دُور کر دیا کہ) مگر فرق یہ ہے کہ میرے بعد کچھ بھی نبوت باقی نہیں اور بخاری کی روایت میں یہ الفاظ ہیں

کہ میرے بعد کسی بھی قسم کا کوئی (نیا) نبی نہیں ہے۔

عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ان مثلی ومثل الانبیا ء من قبلی کمثل رجل بنی بیتا فأحسنه وأجمله الا موضع لبنة من زوایة فجعل الناس یطوفون به ویعجبون له و یقولون هلا وضعت هذه ا للبنة وأناخاتم النبیین (وفی روایة لمسلم فجئت انا واتممت تلک اللبنة (بخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے گھر بنایا اور اُسے خوب آراستہ و پیراستہ کیا مگر اس کے ایک گوشہ میں صرف ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ لوگ آ آ کر (اسے دیکھنے کے لیے) اس کے گرد گھومنے لگے اور تعجب کرنے لگے اور کہنے لگے یہ اینٹ بھی کیوں نہ رکھ دی گئی (تا کہ یہ نقص بھی نہ رہتا) تو میں ہی خاتم النبیین ہوں (اور ایک روایت میں ہے تو میں نے آ کر اس اینٹ کی جگہ کو پُر کر دیا) تو جیسے وہ مکان اور محل جو ہر طرح سے مکمل ہو چکا ہو اس میں اب کسی اور اینٹ کی گنجائش نہیں اسی طرح میرے آنے کے بعد انبیاء کا سلسلہ مکمل ہو چکا اور اب کسی اور نبی کے آنے کا احتمال باقی نہیں رہا۔

عن ثوبانؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم إِنه سیکون فی أُمتی کذابون ثلاثون کلهم یزعم أنه نبیٌّ وأنا خاتم النبیین لا نبی بعدی (مسلم)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آئندہ میری اُمت میں تیس سخت جھوٹے پیدا ہوں گے ان میں ہر ایک اپنے متعلق دعوٰی کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں سب نبیوں کے آخر میں آیا ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

نبوت کے اثرات :

عن أبی هریرة قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لم یبق من النبوة الا المبشرات قالوا وما المبشرات قال الرؤیا الصالحة (بخاری) وفی روایة یراها المسلم أوترٰی له (کنزالعمال)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نبوت میں سے صرف مبشرات باقی رہ گئے ہیں۔ صحابہؓ نے پوچھا اے اللہ کے رسول مبشرات کیا

چیزیں ہیں۔ آپ نے فرمایا اچھے (یعنی سچے) خواب (جو مسلمان خود دیکھے یا اُس کے لیے کوئی دوسرا دیکھے)۔

تنبیہ ۱ : یہ ضروری نہیں کہ سچے خواب ہمیشہ خوشی و مسرت کے متعلق ہوں رنج و غم کے متعلق بھی ہوسکتے ہیں۔ مگر رویاء صالحہ یعنی اچھے خواب میں یہ حصہ مغلوب ہوتا ہے اور بشارت کا حصہ غالب۔ اس کے برعکس شیطانی خواب اکثر خوفناک ہوتے ہیں اور مسرت و خوشی کے شاذ و نادر کیونکہ شیطان کا مقصود ہی مسلمان کو غم ہو حزن پہنچانا ہے۔

تنبیہ ۲ : نبوت سے قبل عالم میں عام طور سے کفر و گمراہی اور ظلم و فساد کی تاریکیاں چھائی ہوتی ہیں۔ جب نبوت کا سورج طلوع ہوتا ہے تو پورے عالم میں اس کے برکات و انوار پھیل جاتے ہیں۔ ظلم و فساد کی جگہ رشد و صلاح کا دور دورہ ہوتا ہے۔ انسانی عادتوں میں تبدیلی آتی ہے اور افراط و تفریط، عجلت و جلد بازی کی بجائے متانت و بردباری، وقار و میانہ روی پیدا ہو جاتی ہے۔ انسان کے باطن کا رشتہ شیطان سے یکسر کٹ جاتا ہے اور عالم بالا کے ساتھ ایسا تعلق قائم ہو جاتا ہے کہ اس میں (عالمِ حِس سے ماورا) وہاں کے کچھ مغیبات کے انعکاس کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے ان ہی اوصاف کو نبوت کے اجزاء یا نبوت کے آثار و برکات کہا جاتا ہے۔ یہ اوصاف نبوت اور نبی کی برکت سے تو حاصل ہوتے ہیں لیکن ان کے حاصل ہونے سے کوئی شخص نبی نہیں بنتا۔ رویاء صالحہ یعنی اچھے خواب دیکھنا انسان کے باطن کے متاثر ہونے کی نشانی ہے اور عادتوں کا انقلاب انسان کے ظاہر کے متاثر ہونے کی علامت ہے۔ احادیث میں ایک طرف رویاء صالحہ کو نبوت کا چھیالیسواں حصہ کہا گیا ہے دوسری طرف بعض بلند اخلاق کو نبوت کا چھبیسواں حصہ قرار دیا گیا ہے۔ حدیث میں ہے **التؤدة والاقتصاد وحسن السمت من ستة وعشرين جزء من النبوة** (ترمذی) بردباری و متانت، میانہ روی اور اچھی روِش نبوت کا چھبیسواں جزء ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان اخلاق کی وجہ سے کسی کو نبی نہیں کہا جا سکتا جب کہ یہ چھبیسواں جزء ہیں تو چھیالیسویں جزو کو نبوت کیسے کہا جا سکتا ہے۔

عن أبی هريرة قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم لقد كان فيما قبلكم من الأُمم محد ثون فان يک فی أُمتی أحدٌ فانه عمر (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلی اُمتوں میں (یعنی بنی اسرئیل میں) محدث ہوا کرتے تھے (یعنی جن سے غیبی طور پر باتیں کی جاتی تھیں مگر وہ نبی نہ ہوتے تھے) اگر میری اُمت میں صرف ایک شخص ہی ایسا ہوتا تو وہ عمر ہیں۔

فائدہ : غیبی طور پر باتیں کی جانے کی یہ صورتیں ہیں۔

(۱) فرشتے اس سے ہم کلام ہوں۔

(۲) فرشتوں کی جانب سے کوئی بات اس طرح دل میں ڈالی جائے گویا اس سے کسی نے کہہ دی ہے۔اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس شخص کی زبان سے صدق وصواب والی بات ہی نکلتی ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی یہ ذمہ داری نہیں کہ دنیا کے کاموں کی تفصیلات بتائیں :

عن رافع بن خدیج قال قدم النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم المدینۃ وھم یأ برون النخل فقال ما تصنعون قالوا کنا نصنعہ قال لعلکم لولم تفعلوا کان خیرا فترکوہ فنقصت قال فذکروا ذٰلک لہ فقال أنما أنا بَشَرٌ اذا أمرتکم بشیٔ من أمر دینکم فخذ وا بہ واذا أمرتکم بشیٔ من رأیی فأنما أنا بشرٌ وفی روایۃ قال أنتم أعلم بأُمور دُنیا کم (مسلم)

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو اس وقت لوگوں کی عادت یہ تھی کہ وہ اپنے کھجور کے درختوں کی تابیر کرتے تھے (یعنی مذکر درخت کا خوشہ لے کر مؤنث درخت کے ساتھ ملا دیتے تھے۔اس کے بعد جب پھل آتا تو بہت کثرت سے آتا) آپ نے پوچھا ایسا کیوں کرتے ہو لوگوں نے عرض کیا (پھلوں کی پیداوار میں کثرت کے لیے) ہم یہ کام پہلے سے کرتے آئے ہیں۔آپ نے فرمایا اگر نہ کرو تو شاید بہتر ہو۔یہ سن کر لوگوں نے تابیر کرنا چھوڑ دیا پھل کم آنے لگا اس پر لوگوں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا۔آپ نے فرمایا دیکھو میں بشر ہوں جب تمہیں تمہارے دین کے بارے میں کسی بات کا حکم دوں اُسے تو فوراً بلا پس وپیش اختیار کرلو اور جب (دنیا کے معاملات میں) کوئی بات اپنی رائے سے کہوں تو میں صرف بشر ہوں اور ایک روایت میں ہے آپ نے فرمایا اپنی دنیوی زندگی کے معاملات کو تم خود بہتر جانتے ہو۔

فائدہ : اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام کے واسطے سے اپنے بندوں پر اپنی اطاعت کی کچھ باتیں مقرر فرمائی ہیں تاکہ ان کے ذریعے سے وہ اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی رحمت حاصل کریں۔ان سب باتوں کے مجموعہ کو دین کہتے ہیں۔وہ باتیں یہ ہیں : عقائد، عبادات، معاملات، حدود اور آداب۔

معاملات میں مالی، عائلی اور عدالتی معاملات بھی شامل ہیں اور امانت وترکہ کے معاملات بھی دینوی امور کا

ایک بڑا شعبہ ان ہی معاملات پر مشتمل ہے اور اس طرح سے وہ براہ راست دین کا ایک جزو ہے۔ اس شعبہ کی رہنمائی ہمیں دین ہی سے ملتی ہے اور انبیاء علیہم السلام ہی اس کے موسس اور معلم ہوتے ہیں۔ تجارت میں ایجاب وقبول، جواز اور صحت کی شرائط، بائع ومشتری کے اختیارات، اختلاف کی صورت میں فیصلہ کی راہ، مزارعت کن شرائط سے کرنا مناسب ہے۔ جنگ وصلح کی کیا شرائط ہوں یہ سب باتیں دین کے دائرے میں آتی ہیں جنہیں انبیاء خود سکھاتے بتاتے ہیں لیکن ان کے بعد زراعت کی یہ تفصیلات کہ اس کے لیے کس کس سامان کی ضرورت ہے، کس کس قسم کی مصنوعات درکار ہیں، کس زمین میں کیسی کھاد ڈالی جاتی ہے، کس موسم میں کیا بویا جاتا ہے، فولاد کیسے بنایا جاتا ہے اور نئی نئی ایجادات کیسے ہوتی ہیں۔ یہ دنیا کا دوسرا شعبہ ہے جو دین سے متعلق نہیں۔ ان باتوں کو دنیا انبیاء کے آنے سے پہلے بھی جانتی تھی اور ان کے بعد بھی ان میں ہزاروں ترقیاں کرتی رہتی ہے اس لیے فرمایا کہ یہ تمہاری دنیا ہے اسے تم خود جانتے بوجھتے ہو۔

انبیاء کو سب سے زیادہ تقوٰی اور معرفتِ الٰہی حاصل ہوئی ہے :

عن عائشة رضی اللّٰہ عنها قالت کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم أذا أمرهم من الأعمال بما یطیقون قالوا أنا لسنا کهیئتک یارسول اللّٰہ ان اللّٰہ قد غفرلک ماتقدم من ذنبک وما تأخر فیغضب حتی یعرف الغضب فی وجهه ثم یقول ان اتقاکم واعلمکم باللّٰہ أنا (بخاری)

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی بات کا صحابہ کو حکم دیتے تو ایسی بات کا حکم دیتے جو اُن سے (سہولت سے) ہو سکے۔ وہ (شوق شوق میں) عرض کرتے یا رسول اللہ (کچھ اور بڑھا دیجئے کیونکہ) ہم آپ کی طرح تو نہیں۔ آپ کی تو اللہ تعالیٰ نے اگلی پچھلی سب لغزشیں (جو کہ صرف اجتہادی ہیں وہ بھی) معاف کر دی ہیں (ہماری کوتاہیاں تو معاف نہیں کیں لہٰذا ہمیں زیادہ عمل کرنا چاہیے)۔ اس پر آپ کو اتنا غصہ آتا کہ اس کا اثر چہرہ مبارک پر نمایاں ہونے لگتا پھر آپ فرماتے دیکھو تم سب میں زیادہ خدا سے ڈرنے والا اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا سب سے زیادہ عالم میں ہوں۔

عن عائشةؓ قالت صنع النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم شیأ فرخص فیه فتنزه عنه قومٌ فبلغ ذٰلک النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فخطب فحمد اللّٰہ وأثنیٰ علیه ثم قال ما بال أقوامٍ یستنزهون عن الشیٔ أصنعه فواللّٰہ أنی لأعلمهم باللّٰہ واشد هم له

خشیۃ . (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (نے ایک مرتبہ) کوئی ایسا عمل کیا جس میں رخصت کا پہلو اختیار کیا۔ بعض لوگوں نے اس عمل کے اختیار کرنے سے (اس لیے) احتراز کیا (کہ آپ تو بخشے بخشائے ہیں جب کہ ہم ایسے نہیں ہیں) یہ بات آپ تک پہنچ گئی۔ اسی وقت آپ نے خدا کی حمد و ثناء (خطبہ) کے بعد فرمایا لوگوں کا بھی کیا حال ہے بھلا اس عمل سے احتراز کرتے ہیں جسے میں کرتا ہوں۔ خدا کی قسم ان سب میں زیادہ خدا کا علم رکھنے والا اور سب سے زیادہ اس سے خشیت کرنے والا یعنی ڈرنے والا تو میں ہوں۔

فائدہ : خشیت اُس خوف کو کہتے ہیں جو کسی ذات کی عظمت کے استحضار کے ساتھ ہو ہر خوف کو خشیت نہیں کہتے۔ عالم اگر ڈرتا ہے تو وہ خدا کی ذات کی عظمت و جلال کا تصور کر کے ڈرتا ہے جب کہ غیر عالم کو ان اُمور کا اتنا علم نہیں ہوتا اس لیے وہ ڈرتا ہے تو صرف اس کے عذاب کا تصور کر کے ڈرتا ہے۔ ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ وقت کے نبی کے سب سے زیادہ عالم ہونے کا مطلب یہی ہے کہ خدا کی ذات و صفات کا سب سے زیادہ علم اسی کو ہوتا ہے اور اس لیے سب سے زیادہ خدا سے ڈرانے والا بھی وہی ہوتا ہے۔

یہاں غصہ صرف رخصت پر عمل نہ کرنے پر نہیں ہے بلکہ ان کے اس احتراز اور پرہیز پر ہے جو ایک غلط بنیاد پر ان کے دماغوں میں پیدا ہوا۔ نبی کے بخشے بخشائے ہونے کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ اب خدا کی عبادت کا محتاج نہیں رہا بلکہ اس کی عبادت اور بڑھ جاتی ہے اور اس لیے بڑھ جاتی ہے کہ وہ اس نعمت کا شکر ادا کرنا چاہتا ہے اور ادا نہیں کر سکتا **افلا اکون عبدًا شکورًا** (کیا میں اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں) کا یہی مطلب ہے۔

اللہ اور رسول کے ساتھ محبت کا تعلق :

اللہ تعالیٰ کی اطاعت محبت کے ساتھ کرے کیونکہ محبت کے جو تین اسباب ہیں یعنی کمال، جمال اور جود و سخاء وہ اللہ تعالیٰ کو غیر متناہی حاصل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں وجود دیا اور ہمیں سب سے عمدہ اور احسن طرز پر بنایا پھر وہ مستقل طور سے ہماری پرورش کرتے ہیں ہماری دنیا و آخرت کی ضرورتیں پوری کرتے ہیں فرشتوں کے ذریعے ہماری حفاظت کا انتظام کر رکھا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی ذات جمال والی بھی اور تمام صفات کمال کے ساتھ متصف بھی ہے۔ یہ سب باتیں تقاضا کرتی ہیں کہ ہمارے اندر ایسی ذات کی محبت اور شکر کا جذبہ موجزن ہو۔ پھر جب یہ ذات ہمیں کچھ حکم دے اور وہ حکم بھی ایسے کہ جن میں ہمارے ہی فائدے کو ملحوظ رکھا گیا ہو اور تابعداری کے عمل پر وہ ہمیں اپنی خوشی اور محبت کا پروانہ

دے تو محبت، شکر اور ممنونیت کے احساس کے ساتھ اس کی تابعداری کریں اور اس کے حکم بجالائیں۔

عن ابن عباس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم أحبوا اللّٰہ لما یغذو کم من نعمةٍ وأحبونی لحب اللّٰہ . (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ سے محبت رکھو اس لیے کہ وہ تمہیں طرح طرح کی نعمتیں عطا فرماتا ہے اور (چونکہ رسول اس بارگاہ محبت کا پیغامبر ہوتا ہے اور اس بارگاہ کا محبوب اُسوہ وسیرت اپنی ذات میں لے کر آتا ہے اس لیے) مجھ سے محبت کرو خدا کی محبت کی وجہ سے۔

عن انس بن مالک قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم لا یؤمن أحد کم حتی أکون أحب الیه من وَلَدِهٖ و وَالِدِهٖ والناس أجمعین . (بخاری ومسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی (کامل) مومن نہیں ہے جب تک میں اُسے اپنے بیٹے اور باپ (اور تمام رشتہ داروں) اور دیگر تمام لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہوجاؤں۔

فائدہ ۱ : رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنے کی جو وجہ سابقہ حدیث میں ذکر ہوئی اس کے علاوہ بھی رسول اللہ ﷺ میں دیگر اسباب محبت یعنی کمال و جمال علی وجہ الاتم موجود تھے۔

فائدہ ۲ : ماں باپ اور اولاد کی محبت طبعی ہے جب کہ رسول اللہ ﷺ کی محبت عقلی ہے۔ کمال ایمان یہ ہے کہ عقل کا تقاضا طبیعت کے تقاضے پر غالب رہے اور خدا اور رسول کی محبت سب محبتوں پر غالب ہو۔ اسلام قبول کرنے کا معاملہ ہو یا مسلمان ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے کا مرحلہ ہو ایسا نہ ہو کہ دیگر محبتوں کو اپنے اوپر غالب کر کے اللہ کے فرامین اور رسول اللہ ﷺ کے بتائے ہوئے احکام کو نظر انداز کر دیا جائے۔

عن عبداللّٰہ بن هشام قال کنا مع النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم وهو آخذٌ بید عمر بن الخطاب فقال له عمر یا رسول اللّٰہ لأ نت یا رسول اللّٰہ أحب اِلَیَّ من کل شیءٍ الا من نفسی فقال لا والذی نفسی بیده حتی أکون أحب الیک من نفسک فقال عمر فانک الآن واللّٰہ أحب اِلَیَّ من نفسی فقال الأن یا عمر . (بخاری)

حضرت عبداللہ بن ہشام کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے آپ عمر رضی اللہ عنہ کے

ہاتھ میں ہاتھ لیے ہوئے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے میری جان کے سوا ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جب تک تم کو میں اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہوں تم (کامل) مومن نہیں ہو (رسول اللہ ﷺ کی صحبت کی برکت تھی اور حضرت عمرؓ کے ایمان کی قوت تھی کہ ان کو اس بات کو اپنے اندر اُتارنے میں کچھ بھی دیر نہ لگی فوراً) عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اچھا اب آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہو گئے۔ تو آپ نے فرمایا ہاں اب اے عمر (تم پکے مومن بھی ہو گئے)۔

نبی ﷺ کی تعریف و تعظیم میں غلو سے ممانعت :

عن انس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم انی لا ارید ان ترفعو نی فوق منزلة التی انزلنیها اللّٰہ تعالی انا محمد عبداللّٰہ و رسوله . (رزین)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نہیں چاہتا کہ تم مجھے میرے اس مرتبہ سے آگے بڑھاؤ جس پر اللہ نے مجھے رکھا ہے۔ میں عبداللہ کا بیٹا محمد ہوں اور (انسان ہوں مجھ میں خدائی نہیں ہے۔ البتہ انسان ہونے کے بعد یہ وصف مجھے حاصل ہے کہ) میں اللہ کا رسول ہوں۔

عن عمرؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم لا تطرونی کما اطرت النصارٰی عیسی ابن مریم فانما انا عبده فقولوا عبداللّٰہ و رسوله (بخاری و مسلم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم مجھے حد سے مت بڑھانا جیسے عیسائیوں نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو حد سے بڑھایا۔ میں تو محض اللہ کا بندہ ہی ہوں (اللہ نے مجھے کوئی خدائی اختیار نہیں دیئے) تو مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔

عن قیس بن سعد قال اتیت الحیرة فرایتهم یسجد ون لمرزبان لهم فقلت لرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم احق ان یسجد له فاتیت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فقلت انی اتیت الحیرة فرایتهم یسجدون لمر زبان لهم فانت احق ان یسجدلک فقال لی ارایت لو مررت بقبری اکنت تسجد له فقلت لا فقال

لا تفعلوا . (ابو داؤد)

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مقام حیرہ میں پہنچا تو میں نے وہاں کے باشندوں کو دیکھا کہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں تو میں نے دل میں سوچا کہ اللہ کے رسول (تو زیادہ عظمت والے ہیں اور زیادہ قابل تعظیم ہیں اس لیے وہ) اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ ان کو سجدہ کیا جائے۔ پھر جب میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے عرض کیا کہ میں مقام حیرہ میں گیا تھا۔ میں نے وہاں کے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں اور آپ تو زیادہ حقدار ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا یہ بتاؤ کہ اگر تم میری قبر پر گزرتے تو کیا تم اس کو بھی سجدہ کرتے۔ میں نے جواب دیا کہ نہیں (کیونکہ دین میں اس سے منع کیا گیا ہے) آپ نے فرمایا تو پھر اب بھی مت کرو (کیونکہ سجدہ انتہائی درجے کی تعظیم ہے جو انتہائی درجے کی عظمت والے ہی کے لائق ہے۔ اس لیے وہ عبادت ہے اور عبادت کے لائق بھی صرف وہ ذات ہے جو ہر حال میں عبادت کی حقدار ہو اور وہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

عن عائشۃؓ قالت من اخبرک ان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الخمس التی قال اللہ تعالی ان اللہ عندہ علم الساعۃ فقد اعظم الفریۃ . (بخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا جو کوئی تمہیں یہ کہے کہ محمد ﷺ ان پانچ باتوں کو جانتے تھے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے آیت **ان اللہ عندہٗ علم السّاعۃ** (سورہ لقمان کی آخری آیت) میں فرمایا ہے تو اس نے بڑا زبردست بہتان باندھا۔

انبیاء کی عالم برزخ میں حیات کی کیفیت :

عن انسؓ قال قال رسو ل اللہ صلی اللہ وسلم الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون . (بیھقی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں (اور اُن کو برزخی حیات حاصل ہے جس کی توجیہ یہ ہے کہ اگرچہ ان کی ارواح مبارکہ کا ٹھکانا اعلیٰ علیین ہے لیکن ان کا قبروں میں موجود اجسام مبارکہ کے ساتھ قوی تعلق ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ عالم برزخ میں) نماز پڑھتے ہیں۔

عن انسؓ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال مررت علی موسیٰ لیلۃ اسری بی عندالکثیب الاحمر وھو قائم یصلی فی قبرہ. (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں معراج کی رات سرخ ٹیلے کے پاس موسیٰ علیہ السلام (کی قبر) کے پاس سے گزرا تو وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے (یعنی ہمارے محسوس عالم میں تو جسم لیٹے ہوئے نظر آتے ہیں اور قبر بھی اتنی اونچی نہیں ہوتی کہ کوئی اس میں کھڑا ہو سکے لیکن ان پر عالم برزخ کھل جاتا ہے جیسا کہ سونے والے پر عالم خواب کھل جاتا ہے اور جیسے سونے والا عالم خواب میں اپنے آپ کو اپنے اسی جسم کے ساتھ چلتا پھرتا دیکھتا ہے اسی طرح انبیاء علیہم السلام عالم برزخ میں اپنے انہی اجسام کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہیں۔

عن ابی ھریرۃؓ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم انہ قال مامن رجل یسلم الا رد اللّٰہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام . (ابو داؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا کوئی ایسا شخص نہیں جو مجھ پر سلام کہتا ہے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر میری روح کو لوٹا دیتا ہے (یعنی آپ ﷺ کی روح مبارک کی جو تمام تر توجہ اللہ تعالیٰ کی جمالی و جمالی تجلیات کے مشاہدہ میں مصروف رہتی ہے کسی اُمتی کے سلام کہنے پر اس کی طرف بھی متوجہ ہو جاتی ہے) اور (آپ فرماتے ہیں کہ) میں سلام کا جواب دیتا ہوں۔

فائدہ : اگر یہ خیال ہو کہ دنیا میں تو ہر وقت کتنے ہی لوگ درود و سلام پڑھتے ہیں تو آپ تو ہر وقت جواب دینے میں ہی مصروف رہتے ہوں گے بلکہ ہزاروں لاکھوں آدمیوں کے بیک وقت سلام کہنے پر تو شاید آپ کو ہر ایک کا علیحدہ جواب دینا دشوار ہوتا ہوگا اور تجلیات کے مشاہدہ کا وقت ہی نہ ملتا ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے محسوس عالم کے وقت اور مکان (Time And Space) کے جو پیمانے ہیں عالم مثال، عالم برزخ اور عالم آخرت کے پیمانے ان سے بہت مختلف ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر نے اپنی کرامت سے ملکہ سبا کے تخت کو پلک جھپکنے میں حاضر کر دیا حالانکہ عالم محسوس میں ایک قوی جن نے بھی اس کو لانے کی اتنی مہلت مانگی تھی کہ آپ کے مجلس سے اُٹھنے سے پہلے حاضر کر دوں گا جیسا کہ قرآن پاک کی سورہ نمل میں یہ قصہ مذکور ہے۔

بزرگانِ دین کی زیرِ سرپرستی اعلیٰ، عمدہ، فینسی جلد سازی کا عظیم الشان مرکز

مدنی بک بائنڈنگ ہاؤس

جدید ٹیکنالوجی کا شاہکار اعلیٰ، دیدہ زیب، نفیس بائنڈنگ

برصغیر کا عظیم اور قدیم جلد ساز ادارہ

ہر قسم کی جلد مثلاً لیمینیشن، ڈائی دار، بکس والی خوبصورت جلد کے لئے تشریف لائیں

بازار سے بارعائت اور معیاری جلد سازی

زیرِ سرپرستی: حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب مدظلہٗ

43- بابا فرید روڈ نزد بریڈے ہال، فون: 7238252

بزرگانِ دین کی زیرِ سرپرستی اعلیٰ، عمدہ، فینسی جلد سازی کا عظیم الشان مرکز

حقانیہ بک بائنڈنگ ہاؤس

اعلیٰ، دیدہ زیب، نفیس بائنڈنگ

برصغیر کا عظیم اور قدیم جلد ساز ادارہ

جدید ٹیکنالوجی کا شاہکار

قیمتی وقت کے ضیاع سے بچیں

ہر قسم کی جلد مثلاً لیمینیشن، ڈائی دار، بکس والی خوبصورت جلد کے لئے تشریف لائیں

بازار سے بارعائت اور معیاری جلد سازی

مسودہ دے کر کتاب مکمل کروانے کا بندوبست

زیرِ سرپرستی: حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب مدظلہٗ

ہجویری پارک 3/10- ریٹی گن روڈ لاہور۔ فون رہائش: 7662588- فون: 7355447 موبائل: 0320-4835144

عن اوس بن اوس عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال ان من افضل ایا مکم یوم الجمعة فیہ خلق آدم و فیہ قبض و فیہ النفخة وفیہ الصعقة فاکثروا علی من الصلاة فیہ فان صلا تکم معروضة علی قال قالوا یا رسول اللّٰہ و کیف تعرض صلوٰتنا علیک و قد ارمت فقال ان اللّٰہ عزوجل حرم علی الارض اجساد الانبیاء .(ابو داؤد)

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا بے شک تمہارے افضل ترین دنوں میں سے ایک جمعہ کا دن ہے۔ اسی میں (حضرت) آدم (علیہ السلام) پیدا کیے گئے اور اسی میں ان کی وفات ہوئی اور اسی میں (قیامت کا پہلا) نفخہ ہوگا اور اس میں (دوسرا) نفخہ ہوگا سوتم جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہؓ نے کہا اے اللہ کے رسول ہمارے درود آپ پر کیسے پیش کئے جائیں گے۔ حالانکہ آپ تو (اپنی قبر میں) ریزہ ریزہ ہو چکے ہوں گے۔ آپ نے فرمایا اللہ عزوجل نے زمین پر انبیاء کے اجسام (کھانے اور بوسیدہ کرنے) کو حرام کر دیا ہے۔

عن ابی ہریرةؓ عن ا لنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال من صلی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی من بعید ابلغتہ .(بیہقی فی شعب الایمان)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو میری قبر کے پاس درود پڑھتا ہے تو میں اسے خود سنتا ہوں اور جو دُور سے مجھ پر درود پڑھتا ہے تو وہ مجھے (فرشتوں کے واسطہ سے) بتلا دیا جاتا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کا ترکہ صدقہ ہوتا ہے :

عن عائشة ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال لا نورث ما ترکنا فھو صدقة. (ترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم انبیاء کا (مال میں) کوئی وارث نہیں ہوتا۔ جو مال چھوڑ جائیں وہ (فقراء پر) صدقہ ہوتا ہے۔ (جاری ہے)

حاصلِ مطالعہ

﴿حضرت مولانا نعیم الدین صاحب﴾

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ :

مذکورہ عنوان ایک حدیث شریف کا ٹکڑا ہے جس میں بتلایا گیا ہے کہ عملوں کا مدار نیتوں پر ہے مطلب یہ ہے کہ عمل کا ثمرہ نیت پر مرتب ہوتا ہے، انسان جس نیت سے عمل کرتا ہے ویسا ہی اس کو اس کا ثمرہ ملتا ہے۔ اچھی نیت ہوتی ہے تو اجروثواب ملتا ہے اور اگر بُری نیت ہوتی ہے تو عذاب وعقاب ہوتا ہے۔ کتاب وسنت اور تاریخ میں نیتوں پر مرتب ہونے والے بہت سے عجیب وغریب واقعات ملتے ہیں جو عبرت انگیز ہونے کے ساتھ ساتھ اس حدیث شریف کے مؤید بھی ہیں۔ ذیل میں چند واقعات ذکر کیے جاتے ہیں شاید ہمارے لیے عمل کا باعث بن جائیں۔

ایک بنی اسرائیلی کے صدقہ کرنے کا واقعہ :

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

''رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا : (ایک مرتبہ بنی اسرائیل میں سے) ایک شخص نے (اپنے جی میں یا اپنے کسی دوست سے) کہا کہ میں (آج رات) خدا کی راہ میں کچھ مال خرچ کروں گا، چنانچہ اس نے (اپنے قصد وارادہ کے مطابق) خیرات کے لیے کچھ مال نکالا (تاکہ کسی مستحق کو دے دے) اور وہ مال اُس نے ایک چور کے ہاتھ میں دیدیا (اُسے یہ معلوم نہ تھا کہ یہ چور ہے اور خیرات کے مال کا مستحق نہیں ہے) جب صبح ہوئی (اور لوگوں کو الہام خداوندی کے سبب یا خود اس چور کی زبانی معلوم ہوا تو ازراہِ تعجب) لوگ چہ میگوئیاں کرنے لگے کہ آج رات ایک چور کو صدقہ کا مال دیا گیا ہے (جب صدقہ دینے والے کو یہ صورتِ حال معلوم ہوئی تو) وہ کہنے لگا اے اللہ تیرے ہی لیے تعریف ہے (باوجودیکہ) صدقہ کا مال ایک چور کے ہاتھ لگا۔ پھر کہا کہ (آج رات) پھر صدقہ کروں گا (تاکہ وہ مستحق کو مل جائے) چنانچہ اس نے صدقہ کی نیت سے پھر کچھ مال

نکالا (اور اس مرتبہ بھی غلط فہمی میں) وہ مال ایک زانیہ کے ہاتھ میں دے دیا۔ جب صبح ہوئی تو پھر لوگ چہ میگوئیاں کرنے لگے کہ آج تو ایک زانیہ صدقہ کا مال لے اُڑی۔ وہ شخص کہنے لگا: اے اللہ تیرے ہی لیے تعریف ہے (اگرچہ اس مرتبہ) صدقہ کا مال ایک زانیہ کے ہاتھ لگ گیا، پھر کہا کہ (آج رات) پھر صدقہ کروں گا، چنانچہ اس نے پھر کچھ مال صدقہ کی نیت سے نکالا اور (اس مرتبہ پھر غلط فہمی میں) وہ مال ایک غنی کے ہاتھ میں دے دیا۔ جب صبح ہوئی تو پھر لوگ چہ میگوئیاں کرنے لگے کہ آج رات تو ایک غنی (دولت مند) ہی کو صدقہ کا مال مل گیا، وہ شخص کہنے لگا: اے اللہ تیرے ہی لیے تعریف ہے (اگرچہ) صدقہ کا مال چور، زانیہ، اور غنی کو مل گیا۔ (جب وہ شخص سویا تو) خواب میں اس سے کہا گیا (کہ تو نے جتنے صدقے دیئے ہیں وہ سب قبول ہو گئے کیونکہ) صدقہ کا جو مال تو نے چور کو دیا ہے (وہ بے فائدہ اور خالی از ثواب نہیں ہے) ممکن ہے وہ اس کی وجہ سے چوری سے باز رہے، اور صدقہ کا جو مال تو نے زانیہ کو دیا ہے ممکن ہے وہ اس کی وجہ سے زنا سے باز رہے اور صدقہ کا جو مال تو نے غنی کو دیا ہے ممکن ہے وہ اس کی وجہ سے عبرت حاصل کرے اور اللہ نے جو کچھ اُسے دیا ہے اس میں سے خرچ کرنے لگے" [۱]

سادات کے ساتھ نیکی کا صلہ :

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں :

"ربیع بن سلیمانؒ کہتے ہیں کہ میں حج کے لیے جا رہا تھا میرے ساتھ میرے بھائی تھے اور ایک جماعت تھی جب ہم کوفہ میں پہنچے تو وہاں ضروریاتِ سفر خریدنے کے لیے بازاروں میں گھوم رہا تھا کہ ایک ویران سی جگہ میں ایک خچر مرا ہوا تھا اور ایک عورت جس کے کپڑے بہت پُرانے بوسیدہ تھے چاقو لیے ہوئے اس کے ٹکڑے (گوشت کے) کاٹ کاٹ کر ایک زنبیل میں رکھ رہی تھی مجھے یہ خیال ہوا کہ یہ مُردار گوشت لے جا رہی ہے اس پر سکوت کرنا ہرگز نہ چاہیے، عجب نہیں یہ کوئی بھٹیاری عورت ہے یہی پکا کر لوگوں کو کھلا دے گی میں چپکے سے اُس کے پیچھے ہو لیا اس طرح کہ وہ مجھے نہ دیکھے۔ وہ عورت ایک بڑے مکان میں پہنچی جس کا دروازہ بھی اُونچا تھا اس نے جا کر دروازہ کھٹکھٹایا، اندر سے آواز آئی کون ہے اس نے کہا کھولو میں ہی بدحال ہوں دروازہ کھولا گیا اور اس

---

[۱] بخاری ج ۱ ص ۱۹۱ مسلم ج ۱ ص ۳۲۹ مشکوٰۃ ص ۱۶۵

میں سے چار لڑکیاں آئیں جن کے چہرہ سے بدحالی اور مصیبت کے آثار ظاہر ہو رہے تھے وہ عورت اندر گئی اور وہ زنبیل ان لڑکیوں کے سامنے رکھ دی۔ میں کواڑوں کی درزوں سے جھانک رہا تھا۔ میں نے دیکھا اندر سے گھر بالکل برباد خالی تھا اس عورت نے روتے ہوئے لڑکیوں کو آواز دی کہ لو اس کو پکالو اور اللہ کا شکر ادا کرو اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر اختیار ہے اسی کے قبضے میں لوگوں کے قلوب ہیں وہ لڑکیاں اس کو کاٹ کاٹ کر آگ پر بھوننے لگیں مجھے بہت ضیق ہوئی۔ میں نے باہر سے آواز دی اے اللہ کی بندی! اللہ کے واسطے اس کو نہ کھا وہ کہنے لگی تو کون ہے۔ میں نے کہا میں ایک پردیسی آدمی ہوں کہنے لگی اے پردیسی تو ہم سے کیا چاہتا ہے ہم خود ہی مقدر کے قیدی ہیں، تین سال سے ہمارا نہ کوئی معین نہ مددگار تو ہم سے کیا چاہتا ہے۔ میں نے کہا مجوسیوں کے ایک فرقہ کے سوا مردار کا کھانا کسی مذہب میں جائز نہیں۔ وہ کہنے لگی ہم خاندانِ نبوت کے شریف (سیّد) ہیں ان لڑکیوں کا باپ بڑا شریف تھا وہ اپنے ہی جیسوں سے ان کا نکاح کرنا چاہتا تھا اس کی نوبت نہ آئی اس کا انتقال ہو گیا جو ترکہ اس نے چھوڑا تھا وہ ختم ہو گیا۔ ہمیں معلوم ہے کہ مُردار کھانا جائز نہیں لیکن اضطرار میں جائز ہو جاتا ہے، ہمارا چار دن کا فاقہ ہے۔ ربیع کہتے ہیں اس کے حالات سن کر مجھے رونا آ گیا اور میں روتا ہوا دل بے چین وہاں سے واپس ہوا اور میں نے اپنے بھائی سے آکر کہا کہ میرا ارادہ تو حج کا نہیں رہا اس نے مجھے بہت سمجھایا حج کے فضائل بتائے کہ حاجی ایسی حالت میں لوٹتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں رہتا وغیرہ وغیرہ۔ میں نے کہا بس لمبی چوڑی باتیں نہ کرو یہ کہہ کر میں نے اپنے کپڑے اور احرام کی چادریں اور جو سامان میرے ساتھ تھا وہ سب لیا اور نقد چھ سو درم تھے وہ لیے اور ان میں سے سو درم کا آٹا خریدا اور سو درم کا کپڑا خریدا اور باقی درم جو بچے وہ آٹے میں چھپا کر اس بُڑھیا کے گھر پہنچا اور یہ سب سامان اور آٹا وغیرہ اس کو دیدیا اس عورت نے اللہ کا شکر ادا کیا اور کہنے لگی اے ابن سلیمان جا اللہ جل شانہ تیرے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کرے اور تجھے حج کا ثواب عطا کرے اور اپنی جنت میں تجھے جگہ عطا فرمائے اور اس کا ایسا بدل عطا فرمائے جو تجھے بھی ظاہر ہو جائے۔ سب سے بڑی لڑکی نے کہا اللہ جل شانہ تیرا اجر دوچند کرے اور تیرے گناہ معاف کرے، دوسری نے کہا اللہ جل شانہ تجھے اس سے بہت زیادہ عطا فرمائے جتنا تو نے ہمیں دیا، تیسری نے کہا حق تعالیٰ شانہ ہمارے دادے کے ساتھ تیرا حشر کرے، چوتھی نے جو سب سے چھوٹی تھی کہا اے اللہ جس نے ہم پر احسان کیا تو اس کا نعم البدل

اس کو جلدی عطا کر اور اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر۔ ربیع کہتے ہیں حجاج کا قافلہ روانہ ہو گیا میں کوفہ ہی میں مجبوراً پڑا رہا کہ وہ سب حج سے فارغ ہو کر لوٹ بھی آئے۔ مجھے خیال ہوا کہ ان حجاج کا استقبال کروں ان سے اپنے لیے دعا کراؤں کسی کی مقبول دعا مجھے بھی لگ جائے۔ جب حجاج کا ایک قافلہ میری آنکھوں کے سامنے آگیا تو مجھے اپنے حج سے محرومی پر بہت افسوس ہوا اور رنج کی وجہ سے میرے آنسو نکل آئے۔ جب میں ان سے ملا تو میں نے کہا اللہ جل شانہ تمہارا حج قبول کرے اور تمہارے اخراجات کا بدل عطا فرمائے۔ ان میں سے ایک نے کہا یہ دعا کیسی؟ میں نے کہا ایسے شخص کی دعا جو دروازہ تک کی حاضری سے محروم رہا ہو، وہ کہنے لگے بڑے تعجب کی بات ہے اب تو وہاں جانے سے انکار کرتا ہے تو ہمارے ساتھ عرفات کے میدان میں نہیں تھا تو نے ہمارے ساتھ رمی جمرات نہیں کی، تو نے ہمارے ساتھ طواف نہیں کیے۔ میں اپنے دل میں سوچنے لگا کہ یہ اللہ کا لطف ہے اتنے میں خود میرے شہر کے حاجیوں کا قافلہ آگیا۔ میں نے کہ حق تعالیٰ شانہ تمہاری سعی مشکور فرمائے تمہارا حج قبول فرمائے وہ بھی یہی کہنے لگے کہ تو ہمارے ساتھ عرفات پر نہیں تھا یا رمی جمرات نہیں کی اب انکار کرتا ہے ان میں سے ایک شخص آگے بڑھا اور کہنے لگا کہ بھائی اب انکار کیوں کرتے ہو کیا بات ہے آخر تم ہمارے ساتھ مکہ میں نہیں تھے یا مدینہ میں نہیں تھے جب ہم قبر اطہر کی زیارت کر کے باب جبرئیل سے باہر کو آرہے تھے اس وقت ازدحام کی کثرت کی وجہ سے تم نے یہ تھیلی میرے پاس امانت رکھوائی تھی جس کی مہر پر لکھا ہوا ہے من عاملنا ربح (جو ہم سے معاملہ کرتا ہے نفع کماتا ہے) یہ تمہاری تھیلی واپس ہے۔ ربیع کہتے ہیں کہ واللہ میں نے اس تھیلی کو کبھی اس سے پہلے دیکھا بھی نہ تھا اس کو لے کر گھر واپس آیا عشاء کی نماز پڑھی۔ اپنا وظیفہ پورا کیا اس کے بعد اسی سوچ میں جاگتا رہا کہ آخر یہ قصہ کیا ہے۔ اسی میں میری آنکھ لگ گئی تو میں نے حضور اقدس ﷺ کی خواب میں زیارت کی میں نے حضور ﷺ کو سلام کیا اور ہاتھ چومے حضور نے تبسم فرماتے ہوئے سلام کا جواب دیا اور ارشاد فرمایا اے ربیع آخر ہم کتنے گواہ اس پر قائم کریں کہ تو نے حج کیا تو مانتا ہی نہیں، بس بات یہ ہے کہ جب تو نے اس عورت پر جو میری اولاد تھی صدقہ کیا اور اپنا زادِ راہ ایثار کر کے اپنا حج ملتوی کر دیا تو میں نے اللہ شانہ سے دعا کی کہ وہ اس کا نعم البدل تجھے عطا فرمائے تو حق تعالیٰ شانہ نے ایک فرشتہ تیری صورت بنا کر اس کو حکم فرمادیا کہ وہ قیامت تک ہر سال تیری طرف سے حج کیا کرے اور دُنیا میں تجھے یہ عوض دیا کہ چھ سو درم

کے بدلے چھ سو دینار (اشرفیاں) عطا کیں تو اپنی آنکھ کو ٹھنڈی رکھ پھر حضور ﷺ نے بھی یہی الفاظ ارشاد فرمائے مَن عاملنا ربح۔ ربیع کہتے ہیں جب میں سو کر اُٹھا تو اس تھیلی کو کھولا اس میں چھ سو اشرفیاں تھیں۔ (روضۃ الساوی) ۲

ایک حدیث شریف میں آتا ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ "جب کوئی بیمار ہوتا ہے یا سفر میں جاتا ہے (اور اس کی بیماری یا سفر کی وجہ سے اس کے اوراد و وظائف رہ جاتے ہیں) تو اس کے نامۂ اعمال میں اُتنے اعمال کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے جو وہ حالتِ قیام اور تندرستی کے زمانہ میں کیا کرتا تھا" ۳

اسی طرح ایک اور حدیث میں آتا ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے معتکف کے بارے میں فرمایا کہ معتکف گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اور اس کے لیے نیکیوں کا سلسلہ تمام نیکی کرنے والوں کی مانند جاری رہتا ہے" ۴ مطلب (واللہ اعلم) یہ ہے کہ معتکف شخص اعتکاف کی وجہ سے جن جن اعمال سے رہ جاتا ہے کہ اعتکاف سے پہلے تو وہ کرتا تھا اب اعتکاف کی وجہ سے نہیں کر سکتا مثلاً پہلے مریض کی عیادت، فوت شدہ کی تعزیت، حاجت مند کی ضرورت کے لیے جایا کرتا تھا اب نہیں جا سکتا تو اسے اعتکاف کے زمانہ میں ان اعمال کا ثواب بھی دے دیا جاتا ہے، بظاہر یہی لگتا ہے کہ اس اجر و ثواب کے ملنے میں جہاں اللہ کے فضل و کرم کا تعلق ہے وہیں اس بندہ کی نیت و ارادہ کا بھی دخل ہے۔

ایک نصرانی راہب کے ایمان لانے کا واقعہ :

"حضرت ابراہیم خواص" کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ جنگل میں جا رہا تھا راستہ میں ایک نصرانی راہب مجھے ملا جس کی کمر میں زُنّار (پٹکہ یا دھاگہ وغیرہ جو کفر کی علامت کے طور پر کافر باندھتے ہیں) بندھا ہوا تھا اُس نے میرے ساتھ رہنے کی خواہش ظاہر کی (کافر فقیر اکثر مسلمان فقراء کی خدمت میں رہتے چلے آئے ہیں)۔ میں نے ساتھ لے لیا، سات دن تک ہم چلتے رہے (نہ کھانا نہ پینا) ساتویں دن اُس نصرانی نے کہا اے محمدی کچھ اپنی فتوحات دکھاؤ (کئی دن ہو گئے کچھ کھایا نہیں) میں نے اللہ تعالیٰ شانہ سے دعا کی کہ یا اللہ اس کافر کے سامنے مجھے ذلیل نہ فرما میں نے دیکھا کہ فوراً ایک خوان سامنے رکھا گیا جس میں روٹیاں، بھنا ہوا گوشت اور تر و تازہ کھجوریں اور

---

۲ فضائل صدقات ص ۲۲۱

۳ بخاری شریف بحوالہ مشکوٰۃ ص ۱۳۵

۴ ابن ماجہ ص ۱۸۳، مشکوٰۃ ص ۱۸۳

پانی کا لوٹا رکھا ہوا تھا ہم دونوں نے کھایا پانی پیا اور چل دیے، سات دن تک چلتے رہے۔ ساتویں دن میں نے (اس خیال سے کہ وہ نصرانی پھر نہ کہہ دے) جلدی کر کے اُس نصرانی سے کہا کہ اس مرتبہ تم کچھ دکھاؤ اب کے تمہارا نمبر ہے۔ وہ اپنی لکڑی پر سہارا لگا کر کھڑا ہو گیا اور دعا کرنے لگا جب ہی دو خوان جن میں ہر چیز اُس سے دوگنی تھی جو میرے خوان پر تھی سامنے آگئی۔ مجھے بڑی غیرت آئی میرا چہرہ فق ہو گیا اور میں حیرت میں رہ گیا اور میں نے رنج کی وجہ سے کھانے سے انکار کر دیا۔ اُس نصرانی نے مجھ پر کھانے کا اصرار کیا مگر میں عذر ہی کرتا رہا اُس نے کہا کہ تم کھاؤ میں تم کو دو بشارتیں سُناؤں گا۔ جن میں سے پہلی یہ ہے کہ اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان سیّدنا محمد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم میں مسلمان ہو گیا ہوں اور یہ کہہ کر زنار توڑ کر پھینک دیا اور دوسری بشارت یہ ہے کہ میں نے جو کھانے کے لیے دعا کی تھی وہ یہی کہہ کر کی تھی کہ یا اللّٰہ اس محمدی کا اگر تیرے یہاں کوئی مرتبہ ہے تو اس کے طفیل تُو ہمیں کھانا دے۔ اس پر یہ کھانا ملا ہے اور اسی وجہ سے میں مسلمان ہوا۔ اس کے بعد ہم دونوں نے کھانا کھایا پھر آگے چل دیے آخر مکہ مکرمہ پہنچے حج کیا اور وہ نومسلم مکہ ہی میں ٹھہر گیا وہیں اُس کا انتقال ہوا غفراللّٰہ لہ"۔ [۵]

انتقال پُرملال

"مکتبہ سید احمد شہید" کے مالک جناب اشفاق خان صاحب کی پہلی اہلیہ صاحبہ ستمبر کی ۲ رتاریخ کو طویل علالت کے بعد انتقال کر گئیں انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ بہت صابر شاکر خاتون تھیں، بہت تکلیف دہ امراض میں طویل عرصہ سے مبتلا تھیں۔ اللّٰہ تعالیٰ اُن کی ان تکالیف کو ان کے لیے کفارۂ سیئات اور رفع درجات کا سبب بنا دے۔ خانصاحب اور دیگر پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہ حامدیہ میں مرحومہ کو ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کی گئی۔ قارئین کرام سے بھی یہی درخواست ہے۔

---

۵ روض الریاحین عربی ص ۱۴۸

باب اول قسط :۱۵

تحریکِ احمدیت

﴿برطانوی یہودی گٹھ جوڑ﴾

زیرِ نظر مضمون جناب بشیر احمد صاحب کی انگریزی کتاب Ahmedia Movement British-Jewish Connection ----- کا اُردو ترجمہ (تحریکِ احمدیت برطانوی یہودی گٹھ جوڑ) جو جناب احمد علی ظفرؔ صاحب نے کیا ہے۔ کتاب کا مواد انڈیا آفس لائبریری لندن سے حاصل کیا گیا ہے جو پنجاب انٹیلی جنس کی رپورٹ پر مشتمل ہے۔ ادارہ اس کی محض تاریخی افادیت کے پیشِ نظر اسے قسط وار قارئین کی خدمت میں پیش کررہا ہے۔ رپورٹ کے مندرجات اور مصنف کے ذاتی رجحانات سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ (ادارہ)

مذہبی مباحث پر ایک یادداشت :

انیسویں صدی کے آخر میں عیسائی مشنریوں اور آریہ سماجیوں نے اسلام کے خلاف جاہلانہ اور جارحانہ حملوں کا سیلابی دروازہ کھول دیا۔ انہوں نے مرزا صاحب کی طرف سے ان کے رہنماؤں پر کی گئی تنقید، آپکی تحریروں اور پیش گوئیوں میں کی جانے والی اہانت کو جواز بنالیا۔ برطانوی افسر شاہی کے خفیہ ہاتھ نے صورتحال کو خراب کرنے میں خطرناک کردار ادا کیا۔ ڈاکٹر احمد شاہ نامی ایک مرتد لندن میں رہائش پذیر تھا اس سے پہلے انگریزوں نے اسے لداخ میں ایک میڈیکل افسر مقرر کیا۔ اس نے ازواج مطہراتؓ کے متعلق ایک غلیظ کتاب لکھی۔ برطانوی محکمہ خفیہ نے آرپی تبلیغی پریس گوجرانوالہ پنجاب میں کئی ہزار کاپیاں طبع کروائیں۔ کتاب کا نام ''امہات المؤمنین'' رکھا گیا۔ اس کی ایک ہزار کاپیاں مفت تقسیم کی گئیں تاکہ مسلمانوں کے جذبات کو برانگیختہ کیا جاسکے اور ہندوستان کے مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان کشیدگی اور نفرت کو اور زیادہ بھڑکایا جائے۔

۲۶/اپریل ۱۸۹۸ء کو انجمن حمایت اسلام لاہور نے حکومت کو ایک یادداشت ارسال کی جس میں اس کتاب کی

ضبطی کے احکامات کا مطالبہ کیا گیا۔ (حکومت پنجاب ۔رووداد محکمہ داخلہ ۔نمبر ۱۳ تا ۲۶ فائل نمبر ۱۳۵ ۔جون ۱۸۹۸ انڈیا آفس لائبریری لندن) مرزا صاحب نے مورخہ چار مئی ۱۸۹۸ کو حکومت سے استدعا کی کہ اس کتاب کو ممنوع قرار نہ دے۔آپ نے یہ تجویز پیش کی کہ مسلمان اس کا جواب تیار کریں۔آپ نے انجمن کے اس اقدام پر تنقید کی اور حکومت سے ان کی یادداشت کو نظر انداز کرنے کو کہا۔("تبلیغ رسالت"۔جلد ۷۔صفحہ نمبر ۲۷۔رووداد محکمہ داخلہ۔جون ۱۸۹۸۔انڈیا آفس لائبریری لندن)

ہندوستان میں مذہبی جوش وخروش بڑھتا گیا۔مذہبی رہنماؤں نے اپنے مخالفین کی شخصیات وعقائد پر بے دردی سے حملے شروع کر دیئے اور کسی طرح کی شائستگی کا کوئی خیال نہ رکھا۔اس تناؤ کے ماحول میں اکتوبر ۱۸۹۸ء میں مرزا صاحب نے وائسرائے ہند لارڈ ایلگن کو ایک یادداشت ارسال کی۔آپ نے ایک ضابطہ اخلاق کی تجویز پیش کی جس کی رُو سے مخالفین کو مذہبی تنازعات میں بدکلامی اختیار کرنے سے روکنا اور قانون کے دائرے میں لانا تھا۔(حکومت پنجاب محکمہ داخلہ کارروائی نمبر ۱۷۴ تا ۱۸۲۔فائل نمبر ۱۳۵۔اکتوبر ۱۸۹۸۔مرزا غلام احمد قادیانی کی یادداشت۔مذہبی تنازعات کے بارے میں انڈیا آفس لائبریری۔لندن۔حکومت پنجاب کارروائی۔محکمہ داخلہ۔اکتوبر ۱۸۹۸ء۔انجمن حمایت اسلام لاہور اور مونگھیر کی جانب سے پیش کردہ یادداشت۔"امہات المومنین" نامی کتاب کی اشاعت کے خلاف مولوی ابوسعید محمد حسین کا لکھا ہوا ایک مضمون جس کے ساتھ مرزا غلام احمد کی یادداشت بھی تھی۔جس میں کئی تجاویز دی گئیں تھیں کہ کس طرح مذہبی مخالفین کو ضابطے کا پابند بنایا جائے کہ وہ جرم کے مرتکب نہ ہوسکیں۔انڈیا آفس لائبریری لندن)۔

آپ نے خدشہ کا اظہار کیا کہ مذہبی تنازعات سے نکلنے والی حد درجہ حرارت برطانوی حکومت کے پُرامن راج کے لیے خطرہ کھڑا کر دے گی اور ایک سیاسی بے چینی کی طرف بھی لے جاسکتی ہے۔مذہبی اشتعال پر مبنی تحریریں مسلمان جنونیوں کو برطانوی حکومت کے خلاف ہتھیار اُٹھانے پر اُکسا سکتی ہیں جس طرح ۱۸۵۷ء کی شورش میں ہوا تھا۔اس یادداشت کا مقصد سیاسی بغاوت کو روکنا اور اپنے سامراجی آقاؤں کو تجویز پیش کرنا تھا کہ وہ ابھرتے ہوئے سیاسی حالات کی روشنی میں مذہبی معاملات میں اپنی غیر جانبدارانہ حکمت عملی پر نظر ثانی کریں۔یہ تجویز برطانوی آقاؤں کے لیے شدید محبت اور وفاداری کے تحت دی گئی تھی مگر برطانوی حکومت نے آپ کی تجویز مسترد کر دی اور اس پر کوئی کارروائی نہ کی۔(حکومت ہند۔محکمہ داخلہ کہتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف سے پیش کردہ یادداشت پر گورنر جنرل کی کونسل کوئی اقدام اُٹھانے کو تیار نہیں جو کہ "امہات المومنین" نامی کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں ہے۔(مراسلہ نمبر ۲۶۰۲۔بتاریخ

۱۸۹۸ـ۱۲ـ۳۱) کمشنر لاہور سے درخواست کی گئی کہ وہ مرزا کو اس بارے میں مطلع کردے ۔حکومت پنجاب۔ محکمہ داخلہ کی روداد۔ فائل نمبر ۳۵۔ اکتوبر ۱۸۹۸ء۔ انڈیا آفس لائبریری لندن)

عبدالرحیم درد مرزا صاحب کی اس سیاسی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں :

''اس تجویز پر عمل درآمد حکومت کے اپنے لیے مفید تھا۔ سیاسی طور پر گمراہ کن عناصر لوگوں کو حکومت کے خلاف بھڑکانے کے لیے مذہبی جھگڑوں کا فائدہ اُٹھا سکتے تھے ۔اسی بات کا احساس کر کے حکومت نے ۱۸۹۷ء میں بغاوت ایکٹ منظور کیا تھا مگر اس کے نفاذ کے باوجود ملک قانونی پابندی سے پھسل کر بے اطمینانی کی طرف جارہا تھا۔ چونکہ ہندوستان مستقل طور پر ایک مذہبی سرزمین رہی ہے اور اس کے لوگ سیاسی مسائل کے بجائے مذہبی مسائل پر بہت جلدی اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں لہٰذا اس قانون سے بھی درحقیقت حکومت کو مثبت نتائج حاصل نہیں ہوسکتے۔ ۱۸۹۷ء کے بغاوت ایکٹ سے بھی مذہبی لڑائیوں کی روک تھام نہ ہوسکی اور جب اس کی معیاد گزر گئی تو حکومت نے ایسی کسی دفعہ کی کوئی پروانہ کی۔'' [1]

مرزا صاحب نے مخالفین کے خلاف اپنی گھٹیا اور گندی زبان کے استعمال کی دلچسپ توجیہ پیش کی جسے آپ متواتر عیسائیت اور پادریوں کے خلاف استعمال کررہے تھے۔ آپ نے اپنے عیسائیت مخالف طرزِ عمل اور حضرت مسیح علیہ السلام کی ذات پر رکیک حملوں کا یہ جواز پیش کیا کہ آپ کی غیر شائستہ تحریریں سر پھرے مسلمانوں کے غصے کو ٹھنڈا کرنے کے لیے تھیں ۔وہ ان تحقیر آمیز اور سخت تحریروں کو پڑھ کر مطمئن ہوگئے اور اپنے انتقام آور رویہ سے باز آگئے جو بصورت دیگر ملکی امن کے لیے پُر خطر ثابت ہوسکتا تھا دوسرے آپ نے یہ موقف اختیار کیا کہ عیسائیت مخالف تحریریں مسلمان ممالک میں سیاسی اہمیت کی حامل قرار دی جاتی ہیں، ایسی تحریری پڑھ کر مسلمان برطانوی حکومت کی مذہبی حکمت عملی کو پسند کرتے ہیں اور ان کے لیے محبت بھرے جذبات رکھتے ہیں۔ [2]

ان کا یہ خیال تھا کہ برطانوی مسلمانوں پر مائل بہ کرم ہیں اور ان کے اقتدار سے اسلام کو کوئی خطرہ نہیں۔ اس مقصد کو پیش نظر رکھ کر بھاری مقدار میں قادیانی مذہبی لٹریچر مسلمان ممالک میں بھجوایا گیا تا کہ سامراجی پروپیگنڈہ کیا جا سکے۔ مرزا صاحب یہ بات کہنے کی جرأت نہ کرسکے کہ عیسائی تبلیغی مراکز کی جڑیں سامراجی توسیع پسندی میں پیوست ہیں اور جب تک سامراج برداشت کرے، اس کے مذہبی دُم چھلے قائم رہ سکتے ہیں اور جب تک سامراج زندہ ہے دجال نہیں

1. A.R.Dard,The life Of Ahmad,Lahore,1948,P.433

2. Mirza Ghulam Ahmad ,Tarryaq-ul-Qalub,Qadian1899,P.317

مارا جاسکتا۔آپ نے سامراجیت کی تعریف کے نغمے گائے لیکن اس کے بچے کو مذموم قرار دیا۔آپ گڑ کھاتے رہے اور گلگلوں سے پرہیز کرتے رہے ۳ مرزا غلام احمد کی سخت تحریروں اور ناشائستہ طرزِ عمل پر مسلمانوں علماء کی ایک جماعت نے آپ کو ترکی بہ ترکی جواب دینے کی ٹھانی۔ (حکومت پنجاب۔محکمہ داخلہ کی کارروائی۔فائل نمبر ۲۹۔مئی ۱۸۹۸ء۔"مرزا غلام احمد کے پیروکاروں کی "جعفر زٹلی" کے مدیر کے خلاف شکایت۔انڈیا آفس لائبریری لندن)۔

جس سے آپ کے لہجے کی سختی میں مزید اضافہ ہوا۔تاہم مخالف حملے نے آپ کو ان مولویوں کے خلاف جو آپ کے لیے سدراہ بن گئے تھے، قانون کا سہارا لینے پر مجبور کر دیا۔دراصل مرزا صاحب حکومت کی مدد سے اپنے لیے ایک دفاعی حصار قائم کرنا چاہتے تھے کیونکہ آپ کی نبوت میں قوت برداشت کی کمی تھی۔آپ انگریز کی بھرپور سرپرستی کے خواہاں تھے۔تحریک احمدیت کا صحیح نصب العین نہ تھا۔اسی لیے مرزا صاحب اپنی بقاء کی جدوجہد میں ہمہ تن مصروف اور خوفزدہ رہتے تھے۔آپ جانتے تھے کہ آپ کی نبوت آنے والے طوفان کا مقابلہ نہ کر سکے گی۔یہی وجہ ہے کہ آپ انگریزوں کے تلوے چاٹتے رہے اور تحفظ کے لیے گڑگڑاتے رہے۔آپ یہ اُمید رکھتے تھے کہ انگریز آپ کی نبوت کو اپنے متبنی اور لے پالک بچے کی طرح پالیں گے اور آپ ان کے سیاسی مفادات کا مذہبی انداز سے تحفظ کریں گے۔ ۴ (جاری ہے)

بقیہ : دینی مسائل

سے پہلے پیشاب کر کے استنجا کر لیا ہو۔

مسئلہ : نجس تیل سر میں ڈالا یا بدن میں لگایا تو قاعدے کے موافق تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جائے گا کھلی ڈال کر یا صابن لگا کر تیل کا چھڑانا واجب نہیں ہے۔ (جاری ہے)

---

3. Phoenix His Holiness, P. 68

4. Phoenix His Holiness, P.121

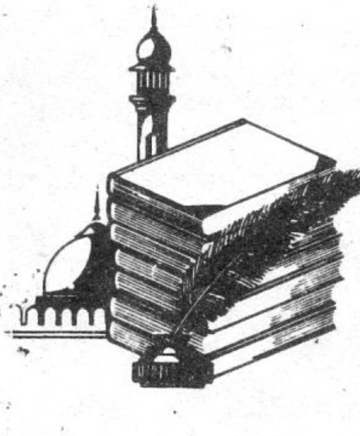

تبصرے کے لیے ہر کتاب کے دو نسخے آنے ضروری ہیں۔

تقریظ و تنقید

مختلف تبصرہ نگاروں کے قلم سے

نام کتاب : صوبہ سرحد کے علماء دیوبند کی سیاسی خدمات

تالیف : حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالدیان کلیم، فاضل دیوبند

صفحات : ۳۷۰

سائز : ۲۳×۳۶/۱۶

ناشر : مکتبہ شجاعت، راحت آباد، پشاور

قیمت : ۱۵۰/

ازہر الہند "دارالعلوم دیوبند" کو اللہ تعالیٰ نے جن خصوصیات و امتیازات سے نوازا ہے اُن میں سے ایک یہ ہے کہ یہاں کے فاضلین دُنیا کے کونے کونے میں پہنچے اور اُنہوں نے وہاں دین متین کی نشر و اشاعت اور نصر و حمایت میں اپنی زندگیاں صرف کیں۔

دین کے ہر شعبے میں آگے بڑھے اور اپنی بھر پور صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے خدمتِ دین کا حق ادا کر دیا۔ جزاهم اللّٰه عنا وعن جميع المسلمين خير الجزاء۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اکابر علماء دیوبند کی دین کے لیے کی جانے والی مساعی اور خدمات سے عوام کو روشناس کرایا جائے تاکہ اُنہیں معلوم ہو کہ ہم علماء کے جس طبقہ سے وابستہ ہیں اُن کی ایک مکمل تاریخ ہے جو اپنے دامن میں اُن کی جدوجہد اور مساعی جمیلہ کو محفوظ رکھتی ہے۔ پیشِ نظر کتاب اسی سلسلہ کی ایک کاوش ہے، اس کتاب کے مؤلف حضرت مولانا عبدالدیان کلیم صاحب زید مجدھم دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور اکابر علماء دیوبند کے فیض یافتہ ہیں۔ آپ ملک کے مختلف عصری مراکز میں خدمات انجام دیتے رہے ہیں۔ آخر میں آپ نے پشاور یونیورسٹی کے زمانہ قیام میں "صوبہ سرحد کے علماء دیوبند کی سیاسی خدمات" کے عنوان سے پی ایچ ڈی کا مقالہ تحریر فرمایا۔ زیرِ تبصرہ کتاب اسی مقالہ کا ایک حصہ ہے جو آپ کے لائق فرزند قاری شمس الرحمٰن نے جدید ترتیب و اضافہ

کے ساتھ کتابی شکل میں شائع کیا ہے۔ یہ کتاب دس ابواب میں منقسم ہے جن میں دار العلوم دیو بند کا تاریخی پس منظر، فضلاء دار العلوم کی علمی و سیاسی خدمات، جمعیت علماء ہند کا قیام، صوبہ سرحد کے علماء دیو بند اور پاکستانی سیاست، صوبۂ سرحد کے علماء دیو بند کی سیاسی خدمات، صوبۂ سرحد کے مشہور علماء دیو بند کے حالاتِ زندگی اور ان جیسے دیگر عنوانات پر تفصیل کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔ شروع میں مصنف زید مجدھم کے حالات اور خدمات بھی درج کی گئی ہیں جن سے کتاب کی ثقاہت میں اضافہ ہو گیا ہے، کتاب حسنِ معنوی کے ساتھ حسنِ ظاہری سے بھی آراستہ ہے۔ تاریخ سے وابستہ حضرات کے لیے بالعموم اور اکابر علماء دیو بند سے تعلق رکھنے والے احباب کے لیے بالخصوص اس کا مطالعہ مفید رہے گا۔

☆

نام کتاب : علمی محاسبہ

تصنیف : حضرت قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم

صفحات : ٤٣٢

سائز : ٢٣×٣٦/١٦

ناشر : تحریکِ خدام اہل سنت والجماعت چکوال

قیمت : /١٢٠

قائدِ اہل سنت، وکیل صحابہؓ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب دامت برکاتہم خلیفہ ومجاز شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسوخ فی الدین کے ساتھ ساتھ تردیدِ باطل کا خاص ملکہ عطا فرمایا ہے، جہاد باللسان اور جہاد بالقلم آپ کی زندگی کا مشغلہ ہے، باطل جب بھی اور جہاں بھی سر اُبھارتا ہے آپ تحریراً وتقریراً اس کی سرکوبی فرماتے ہیں۔

آپ کے قلمِ حقیقت رقم سے اس سلسلہ میں متعدد چھوٹی بڑی کتب نکل کر قبول عام حاصل کر چکی ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب ''علمی محاسبہ'' بھی آپ کی ایک علمی و تحقیقی کاوش ہے جو مودودی صاحب کے نظریات کے ترجمان مفتی محمد یوسف صاحب کی کتاب ''علمی جائزہ'' کے جواب میں لکھی گئی ہے، حضرت قاضی صاحب دامت برکاتہم نے اس کتاب میں مسئلہ عصمتِ انبیاء اور صحابۂ کرامؓ کے معیارِ حق ہونے پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے نیز ان دونوں مسئلوں کے متعلق مودودی صاحب کے افکار ونظریات کی صحیح نشاندہی کی ہے اور مفتی محمد یوسف صاحب نے جو مودودی صاحب کے نظریات کی ترجمانی میں رکیک تاویلات کی ہیں اُن کا مدلل اور ٹھوس جواب دیا ہے۔ یہ کتاب پہلے بھی شائع ہو چکی ہے اس مرتبہ خوبصورت انداز

میں دیدہ زیب طباعت کے ساتھ شائع کی گئی ہے اہل علم حضرات اس سے ضرور استفادہ فرمائیں۔

☆

نام کتاب : ماہِ ربیع الاول کے فضائل و احکام

تصنیف : مفتی محمد رضوان صاحب

صفحات : ۹۰

ناشر : ادارہ غفران چاہ سلطان گلی نمبر ۱۷ راولپنڈی

قیمت : ۲۰/

زیر تبصرہ رسالہ ماہِ ربیع الاول کے فضائل و احکام پر مشتمل ہے جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس رسالہ میں حضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ اور سیرت مبارکہ کو مختصر اور جامع انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

حضور علیہ السلام کی ولادت اور وفات ایک ہی ماہ اور ایک ہی دن ہونے میں کیا حکمت ہے اس رسالہ میں اس کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے نیز اس مہینہ میں رائج بہت سی چیزوں کا کتاب و سنت اور بزرگانِ دین کے اقوال کی روشنی میں شرعی حکم بیان کیا گیا ہے، اُسلوبِ بیان آسان اور دلکش ہے۔

☆

نام کتاب : ڈاکٹریٹ کا فتنہ اور الہدیٰ انٹرنیشنل

تصنیف : مفتی محمد رضوان صاحب

صفحات : ۳۲

ناشر : ادارہ غفران چاہ سلطان گلی نمبر ۱۷ راولپنڈی

قیمت : ۱۰/

آج کل "الہدیٰ انٹرنیشنل" کے نام سے ایک ادارہ چند مغرب زدہ خواتین کی طرف سے مختلف مقامات پر کام کر رہا ہے، اس ادارہ کی بانی بیگم فرحت نسیم ہاشمی صاحبہ ہیں جن کے افکار و خیالات بالکل اباحی فرقے کے ہیں ان کے نزدیک تقلید شرک ہے اور فقہ کتاب و سنت کے خلاف اقوالِ رجال کا نام ہے۔ اجتہاد کرنا ہر انسان کا حق ہے۔

آں محترمہ علوم کتاب و سنت سے بے بہرہ ہیں لیکن قرآن کی مفسّر بنی ہوئی ہیں اور کتاب و سنت کے علی الرغم تفسیر بالرائے کرتی ہیں۔ خواتین و حضرات کو اپنے اجتہاد کے مطابق دین کے اندر ناجائز سہولیات فراہم کرتی ہیں جس کے

نتیجے میں تیزی کے ساتھ خواتین ان کی طرف راغب ہورہی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آں محترمہ دین کا لیبل لگا کر بے دینی اور الحاد کو فروغ دے رہی ہیں۔ اہل حق نے بروقت نوٹس لیتے ہوئے بہت سی کتب وجرائد میں عوام الناس کو ان کے فتنے سے آگاہ کیا ہے۔ زیر تبصرہ رسالہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کاوش ہے، اس رسالہ میں حضرت مفتی محمد رضوان صاحب نے اکابر علماء کے مقالات وتحریرات کو اکٹھا کر کے شائع کیا ہے، ان کی روشنی میں خواتینِ اسلام اپنے آپ کو بے دینی والحاد کے ایک عظیم فتنہ سے بچاسکتی ہیں۔ (ن۔ا)

مسجد حامد کے لیے خصوصی اپیل

رائیونڈ روڈ پر زیرِ تعمیر مسجد حامد کے ہال کی چھت ڈالنے کا مرحلہ آگیا ہے۔ لینٹر کے لیے درکار میٹریل کی تفصیل درج ذیل ہے۔ اہلِ خیر حضرات سے اس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی گزارش ہے۔

لینٹر کا رقبہ = 9050 فٹ

سریا 18 ٹن	3,60,000.00
بجری 4800CFT	85,000.00
ریت 2400CFT	15,000.00
سیمنٹ (700 Bags)	1,75,000.00
الیکٹرک پائپ	25,000.00
دیواریں اور بیم	2,50,000.00
مزدوری	1,30,000.00
	Rs: 10,40,000.00

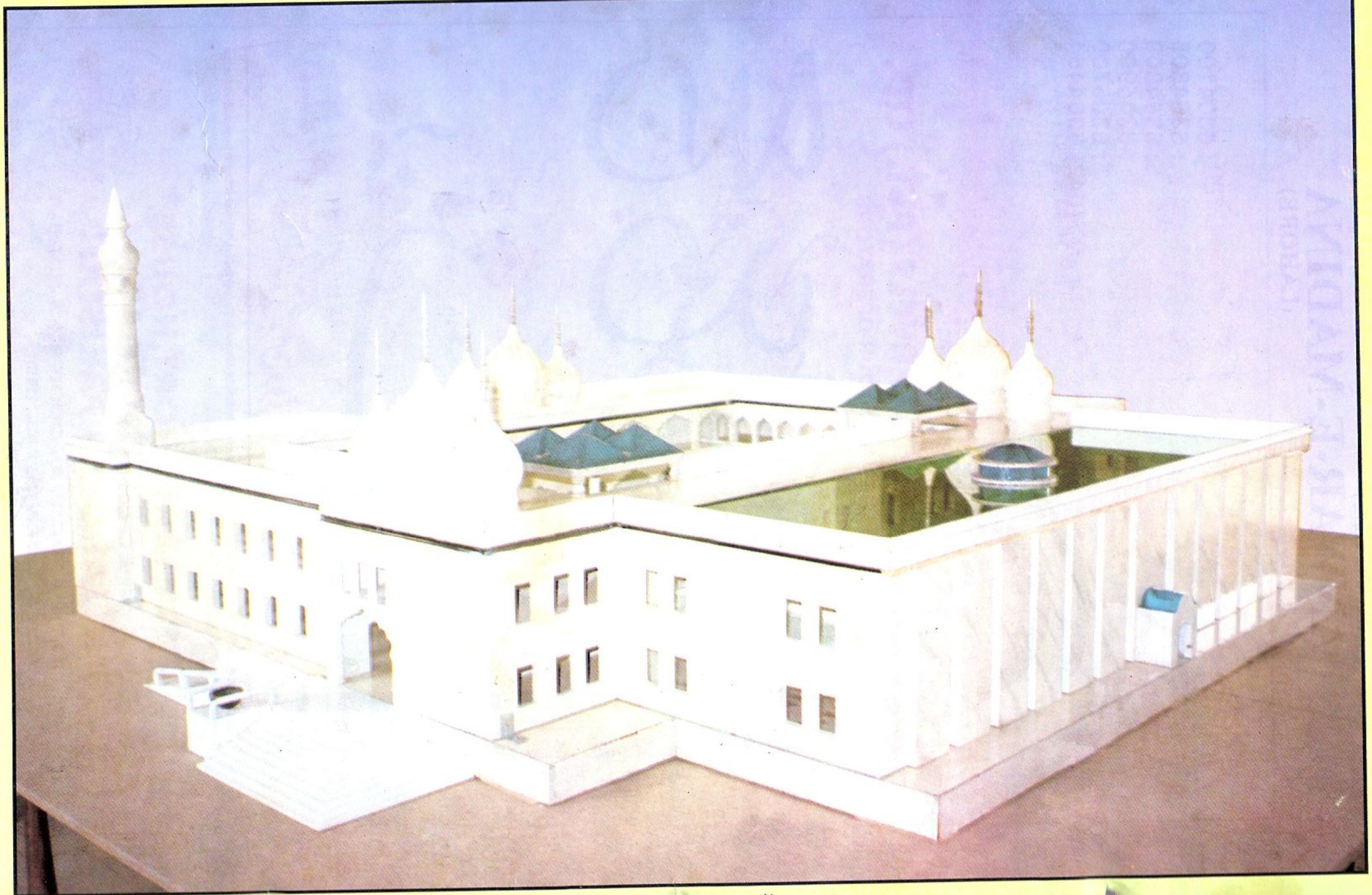

جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ کی زیر تعمیر مسجد حامد کا ماڈل، محراب کی جانب سے خوبصورت منظر